قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوفِ اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(دلائل السلوک)

ماہنامہ

سی۔ پی۔ ایل۔ نمبر ۳

المرشد لاہور

جلد ۱۹ رجب ۱۴۱۸ھ بمطابق دسمبر ۱۹۹۷ء شمارہ ۵

مدیر: تاج رحیم ★ سرکولیشن مینجر: رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

		صفحہ نمبر
اداریہ	ایڈیٹر	۳
سلاسل تصوف اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
صحافت اور موجودہ صورتحال	"	۱۵
اتباع محمدؐ	"	۲۱
مومن کی زندگی	"	۲۹
نظام اسلام سے روگردانی کیوں؟	"	۳۸
بکھرے موتی	صوبیدار محمد نواز	۴۷
اعلیٰ دعا	مولانا محمد اکرم اعوان	۴۸

ناشر: پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور
فون: ۶۳۱۴۳۶۵

پتہ: ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور: ۵۱۸۰۴۶۷

ماہنامہ المرشد کے

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ

نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۵۰ امریکن ڈالر	۳۵۰ امریکن ڈالر

اللہ پاک ہے اور پاک چیز کو پسند کرتا ہے

سب سے پہلی بات جو بنیادی طور پر غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ اللہ ہے کون؟ کیا ہماری کبھی اس سے ملاقات ہوئی ہے یا دیکھا ہوا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ہمیں کس نے بتایا کہ اللہ کوئی ہستی ہے۔ جس نے یہ بتایا وہ ہمارا سب سے بڑا محسن ہے اور وہ ایسا ہے کہ دشمن بھی سچا اور امین کہتے تھے۔ اور اس نے اللہ سے ملاقات بھی کی اور بات بھی کی۔ لہٰذا ہم نے اس ان دیکھے اللہ کو مان لیا۔ مگر اس نے صرف یہی تو نہیں بتایا کہ اللہ ایک ہستی ہے بلکہ اس نے یہ بھی بتایا تھا اللہ وہ ہستی ہے جو اس ساری کائنات کا خالق بھی ہے اور رازق بھی ہے اور اس کا حاکم بھی۔ یعنی مدبر کائنات بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ اتنی عظیم ہستی ہے تو اس کا ہر وصف اور ہر بات بھی اتنی ہی عظیم ہے۔

اب یہی بات جو آج زیر بحث ہے کہ اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو پسند کرتا ہے یہ بھی اسی محسن کائنات نے بتائی ہے جس نے اللہ کی ذات سے ہمیں آشنا کیا۔ ظاہر ہے یہ بھی کوئی عظیم بات ہے۔ آیئے اس کا تجزیہ کریں۔

(۱) سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ اللہ پاک ہے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمام عیبوں سے، تمام نقائص سے پاک ہے اس میں کوئی عیب نہیں، کوئی نقص نہیں، کوئی کمزوری نہیں اور ہر خوبی جس کا تصور کیا جا سکتا ہے اس میں موجود ہے۔

(۲) دوسری بات کہ وہ پاک چیزوں کو پسند کرتا ہے۔ تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں یہ بات کیوں بتائی گئی ہمارا اس سے کیا تعلق ہے؟ تو سنیے محسن کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ اللہ کی اس کائنات میں بیشمار قسموں کی مخلوقات موجود ہیں۔ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے کرہ ارض پر اپنا نائب بنا کے بھیجا۔ ظاہر ہے کہ نائب کو اصل حاکم سے کوئی مناسبت ہونی چاہئے۔ اس لئے محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اپنے مرتبے کے مطابق اپنے اندر وہ صفات پیدا کرو جو اللہ کی ہیں اور اللہ کو پسند ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ محض ایک بات نہیں ہے جو بس کہنے کے لئے کہہ دی گئی ہے۔ بلکہ یہ ایک حکم ہے۔

(۳) اب یہ دیکھنا ہے کہ پاک چیزوں سے کیا مراد ہے۔ لفظ پاک ایک قسم کی مشکک (Relative Term) ہے۔ ہر مذہب اور ہر آدمی پاک سے مراد وہ لیتا ہے جو اسے پسند ہے۔ مثلاً ہندو گائے کے گوبر کو پاک سمجھتا ہے۔ اسی طرح کوئی کسی کو، کوئی کسی چیز کو پسند کرتا ہے اس لئے وہ اسی کو پاک سمجھتا ہے۔ تو یہاں پاک چیزوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ کریم پاک بتلاتا ہے اور جو اسے پسند ہیں ان چیزوں کو بیان اس نے اپنی آخری کتاب یعنی قرآن کریم میں بیان کر دیا اور محسن کائنات نے اس کی تشریح قول اور عمل سے کر دی ہے۔ لفظ پاک کی تشریح تو ہو گئی مگر چیزوں سے کیا مراد ہے۔ تو یہ لفظ بڑے وسیع معنوں کا حامل ہے۔ اس کے معنوں میں صرف وہی چیزیں نہیں آتیں جو حواس خمسہ کے دائرے میں آتی ہیں۔ اس کے دائرے میں تو مجردات یعنی abstract چیزیں بھی آتی ہیں۔

(۱) سب سے پہلے اللہ کو پسند یہ ہے کہ انسان کا دل پاک ہو دل کی نجاستیں دور ہوں۔ مثلاً شرک، بدعت، تکبر، ریا، غیبت، حسد، کینہ وغیرہ۔

جس دل میں ان میں سے کوئی ایک نجاست بھی ہو اللہ کو وہ دل ہرگز پسند نہیں۔ اس کی جگہ وہ بندے کے دل میں توحید کا جذبہ، سنت رسول سے محبت، تواضع، اخلاص، خیر خواہی اور اخوت و محبت کے جذبے کو پسند فرماتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کے پہلو میں ایسا دل ہے اللہ کو وہ بندہ پسند ہے کیونکہ وہ واقعی اللہ کا بندہ ہے ورنہ بندوں کی شکل میں حیوان بستے ہیں۔ کوئی دولت کا بندہ ہے، کوئی شہرت کا پجاری، کوئی فرعونیت میں مست ہے۔ غرض اللہ کے بندے کم ہی ملتے ہیں۔

(۲) جب دل پاک ہو تو سوچ بھی پاک ہی ہوتی ہے۔ عمل بھی پاک ہوتا ہے۔ اعضاء پلیدی کی طرف اٹھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ محسن کائنات نے فرمایا:

"جسم انسانی میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ سدھر گیا تو سارا نظام سدھر گیا وہ بگڑا تو سارا نظام بگڑ گیا۔ کان کھول کر سن لو وہ دل ہے دل۔"

جب دل پاک ہو گیا تو اس کا اثر کیا ہو گا۔

(۱) سب سے پہلے انسان اپنے عقائد اور نظریات کا جائزہ لے گا اور ہر وہ بات دل میں بٹھا لے گا جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی اور ہر وہ عقیدہ دل سے نکال دے گا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صحابہ نے پسند فرمایا۔

(۲) پھر وہ اپنا معاملہ اپنے رب سے کھرا کرنے کی کوشش کرے گا وہ یوں کہ ہر وہ عبادت جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے ضروری قرار دی ہے وہ پابندی سے، محبت سے اور ذوق سے کرے گا۔ جسے حقوق اللہ کہتے ہیں۔

(۳) پھر وہ مخلوق سے معاملہ کھرا رکھے گا۔ یعنی دوسروں سے معاملات درست رکھے گا امانت، دیانت، صداقت، محبت اور اخوت کے اوصاف اپنائے گا۔ دھوکہ وغیرہ سے اپنے عمل کو پاک کرے گا اسے حقوق العباد کہتے ہیں۔

(۴) پھر وہ اپنی ذات کا خوب جائزہ لے گا کہ اس کے اخلاق وہ ہوں جو اللہ کو پسند ہیں۔ اس کے لئے اللہ نے ایک آئیڈیل اور نمونہ خود بتا دیا ہے۔ فرمایا "تمہارے لئے بہترین نمونہ میرا رسول ہے۔" اخلاق ہوں یا معاملات بس میرے رسول کے نقش قدم پر چلتے جاؤ۔ تم میرے پسندیدہ بندے بن جاؤ گے۔

معلوم ہوا کہ اصل اور بنیادی بات دل کو پاک کرنا ہے یہ پاک ہو جائے تو ذہن، بدن، لباس، خوراک اپنے کی جگہ اور عملی زندگی کا ہر کام اس انداز سے کرے گا کہ اس میں پاکیزگی کا عنصر صاف جھلکتا نظر آئے گا۔

آخر میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دل کو پاک کرنے کی بھی کوئی تدبیر ہے۔ کوئی Get Through guide ملنی چاہئے تو اللہ نے اس کا انتظام بھی فرما دیا ہے اور ایک مختصر اور جامع گائیڈ لائن دی ہے۔ فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی کان کھول کر سن لو۔ دل کو اطمینان اور دل کی صفائی صرف اور صرف اللہ کی یاد سے ہوتی ہے اور یہ بات جب ہے کہ آدمی عملاً کر سکے۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

سچ کہا اقبال نے۔

نفس دارد و لیکن جاں ندارد
مسلمانے کہ بے اللہ ہو زیست

(سانس لے رہا ہے لیکن اندر روح نہیں وہ مسلمان جو ذکر الٰہی کے بغیر زندہ ہے۔)

تاج رحیم

سلاسل تصوف اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مولانا محمد اکرم اعوان

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ....وسلم تسلیما

قابل قدر علماء حضرات بزرگان گرامی برادران گرامی کچھ تقریر کرنے پہ تو میری طبعیت نہیں ہے۔ اور نہ کہیں تقریر میں الجھانا چاہتا ہوں چونکہ میں خادم ہوں ایک سلسلہ تصوف کا تو اس سلسلے کی چند تعارفی باتیں آپ کی اجازت سے عرض کر دوں۔ مسلمانوں میں تصوف اتنا ہی قدیم ہے۔ جتنا اسلام قدیم ہے۔ تصوف کی لغوی بحثیں تو بہت ہیں لیکن اس کا مفہوم اور اس سے مراد جو ہے۔ وہ یہ ہے کہ اپنے باطن میں اپنے دل میں اپنے سینے میں نبی رحمت ﷺ سے اخذ فیوضات و برکات کی قوت پیدا کرنا۔ اس کو سلوک کہتے ہیں۔

وہ محنت وہ مجاہدہ جو اس غرض سے کیا جائے کہ حضورؐ کی برکات میرے سینے میں بھی آجائیں۔ اللہ مجھے بھی نصیب کردے ۔ اس کو سلوک کہتے ہیں۔ یعنی راستے پہ چلنا' اور اسی چلنے کا نام تصوف ہے اور جن بزرگوں نے اللہ کے جن بندوں نے اس غرض کے لئے عمریں وقف کر دیں ۔ محنتیں کیں اپنے سینے منور کیے' دوسروں کے سینے روشن کرتے چلے گئے انہی کو مشائخ یا اصحاب سلاسل یا اس فن کا امام و پیشوا تسلیم کیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح اللہ کے نیک بندوں نے قرآن حکیم کی تفسیر میں عمر بھر کوشش کی۔ دوسروں تک اس پیغام کو پہنچایا اور مفسر کہلائے جس طرح حدیث نبی علیہ السلام کو پہنچانے میں اللہ کے جن مقبول بندوں نے کوششیں کیں محدث کہلوائے۔ جس طرح احکام شریعت کا تجزیہ کرنا انہیں سمجھنے اور سمجھانے اور دوسروں تک پہنچانے کا حق ادا کرکے فقہی کہلائے۔ اسی طرح کے اولوالعزم لوگ اور امت کے چنے ہوئے لوگ ایسے لوگ جن کا ورع و تقویٰ مثالی جن کی زندگیاں مثالی جن کے علوم مثالی جن کے مجاہدے مثالی ' ان لوگوں نے ہمتیں کرکے لوگوں کو ان انوارات و برکات سے مستفیض فرمایا جو نبی رحمتؐ کے سینے اطہر سے بٹتی ہیں تو حدود شرعی کے اندر جو مجاہدے اور جو طریقے انھوں نے تجربہ کرکے رائج کیے انھیں سلاسل تصوف کہا جانے لگا۔ اب جس طرح قرآن کی تفاسیر میں بھی دھوکہ بازوں نے دخل اندازیاں کیں اور اپنی مرضی کے معانی و مفاہیم داخل کرکے نئے نئے فرقے ایجاد کر دیے جس طرح حدیث نبویؐ میں من

گھڑت باتیں داخل کرنے کی اور انھیں حضورؐ کے نام نامی سے شائع کرنے کی کوشش کی اور ان کا سہارا لے کر مختلف رسومات کو دین کے نام پر رائج کرتے رہے۔ جس طرح احکام فقہی میں ان لوگوں نے جو شیطان کی راہ پر چل پڑے اور نفس سے مار کھا گئے۔ خواہشات نفس کے لئے بہت کچھ کیا' دیکھیں کتنی عجیب بات ہے کہ فقہ ہو اسلام کے نام پر ہو اور اس میں جھوٹ بولنے کو گالی دینے کو بدکاری کو عبادت قرار دے دیا جائے فقہی طور پر کتنی بڑی جسارت ہے لیکن کیا یہ سب کچھ ہوتا نہیں' اسی طرح سے تصوف و سلوک کے نام پر بھی بیشمار ادارے ایسے وجود میں آئے جو اس فن سے واقف نہیں تھے' اس فن کے لوگ نہیں تھے' اسے جانتے نہیں تھے۔ اسے سمجھتے نہیں تھے لیکن اس نام پر انھوں نے مسلمانوں کو لوٹا اور جی بھر کے لوٹا۔ تفسیر میں دھوکہ دینے والے فقہ میں دھوکہ دینے والے موضوع حدیثیں گھڑنے والے بھی مسلمانوں کا مال آبرو ایمان لوٹتے رہے لیکن جتنا صوفیوں نے اور تصوف کے نقالوں نے بے دردی سے لوٹا اتنا کوئی نہیں لوٹ سکتا تو بحیثیت مسلمان ہمیں اس موضوع پر واقف ضرور ہونا چاہیے' کم ازکم اتنی واقفیت ضرور ہو اگر ہم اس راستے پر چل نہ سکیں تو اس کے نام پر کسی سے دھوکا نہ کھائیں تو سلاسل تصوف کی اصل یہ ہے۔ تمام سلاسل کی - کہ نبی رحمت سے دو طرح کی فیوضات تقسیم ہوئے ایک ہے ارشادات مقبول ہمارے پاس اللہ کا قرآن بھی ارشادات رسول کے ذریعے پہنچا ہے' دنیا میں جس انسان نے اللہ کا کلام سنا ہے اس نے محمد رسول اللہ کی زبان پاک سے سنا ہے۔ اللہ سے صرف حضورؐ نے اخذ فرمایا اور کس پائے کا انسان ہے کہ ساری کائنات میں بسنے والوں کے ایمان کا مدار ایک اس ذات کے ارشاد پر رکھ دیا ہے - صرف ایک ہستی کی بات پر پوری دنیا میں بسنے والے انسانوں کے ایمان اور کفر کا مدار ہے۔ اندازہ کریں کہ کس پائے کی صداقت ہے محمد رسولؐ میں۔ دوسرے ہیں برکات محمد رسول اللہ یعنی فیوضات نبویؐ کی دو قسمیں ہیں - پہلی قسم ہے ارشادات رسول اور دوسری قسم ہے برکات رسول۔ ارشادات رسول میں اللہ کا قرآن' حضورؐ کی حدیث پاک' آپؐ کا عمل مبارک اور آپؐ کی سنت پاک جس میں پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک تمام ان امور میں جو کسی انسان کو پیش آ سکتے ہیں -حضورؐ نے راہنمائی فرما دی یہ سارے ارشادات میں آتے ہیں۔ تعلیمات میں آتے ہیں - برکات کا حال یہ ہے' کہ جس شخص کو ایمان نصیب ہوا اور ایمان کی حالت میں اسے حضورؐ کی زیارت ہو گئی یا حضور اکرمؐ کی نگاہ اقدس اس پر پڑ گئی۔ تو ایک کیفیت تھی 'ایک حالت تھی ' ایک تجلی تھی' ایک جذب تھا' ایک جنوں تھا' جو قلب اطہر سے اس انسان کے دل میں منتقل ہو گیا اور اس انسان کو عام انسانوں سے ممتاز کر کے اس مقام پر پہنچا دیا جو نبوت کے بعد اعلیٰ ترین مقام ہے یعنی نبوت کے بعد سب سے اونچا مقام جس پر کوئی انسان فائز ہو سکتا ہے' وہ ہے صحابیت اور برکات پیغمبر کا یہ عالم تھا۔ کہ

ایک نگاہ میں

جس جس طرف نگاہ مصطفویؐ کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے

یعنی جس پر نگاہ اطہر پڑ گئی وہ صحابی تو بیک آن بن گیا۔ اب صحابیت کے بعد صحابہؓ کے اندر جو مدارج ہے - وہ جتنی کسی کی قسمت تھی' جتنا اللہ نے اسے چاہا اتنا عطا کیا۔ وہ عطا کرتا رہا۔ لیکن اس کا کم ازکم جو مقام رہا وہ صحابی رسولؐ اور یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ صحابی بننے کے لئے ایمان لا کر صحبت رسولؐ میں پہنچنا شرط تھا۔ اس کے علاوہ کوئی شرط نہیں - کوئی وظیفہ 'کوئی چلہ' کوئی

اسی طرح کے اولوالعزم لوگ اور امت کے چنے ہوئے لوگ ایسے لوگ جن کا ورع و تقویٰ مثالی جن کی زندگیاں مثالی جن کے علوم مثالی جن کے مجاہدے مثالی ' ان لوگوں نے ہمتیں کر کے لوگوں کو ان انوارات و برکات سے مستفیض فرمایا جو نبی رحمتؐ کے سینے اطہر سے بٹتی ہیں تو حدود شرعی کے اندر جو مجاہدے اور جو طریقے انھوں نے تجربہ کر کے رائج کیے انھیں سلاسل تصوف کہا جانے لگا۔

نوافل 'کوئی تلاوت 'کوئی جہاد نہیں ' کوئی صدقے کی مقدار' کسی عبادت کی کوئی مقدار' کچھ بھی نہیں ہے ساری عبادتوں سے سب سے بڑا کام یہ ہے کہ اسے براہ راست محبت رسولؐ نصیب ہو گئی ہو اور صحابی بننے کے لئے مرد 'عورت 'عالم یا ان پڑھ امیر یا فقیر' کوئی قید نہ لگائی جو بھی ایمان لایا مرد تھا یا عورت بچہ تھا یا بوڑھا' امیر تھا یا فقیر' کسی اعلیٰ خاندان سے تھا یا مزدوری کرنے والا تھا' فاقہ مست تھا یا بڑا رئیس تھا' حاکم تھا یا رعیت ' جو جو نگاہ پاک کے سامنے آگیا وہ صحابی بن گیا۔ صحابی محض ایک اصطلاحی نام نہیں ہے۔ صحابی کا معنی یہ ہے کہ عالم انسانیت میں سب سے زیادہ سچا' سب سے زیادہ ایماندار' سب سے زیادہ دیانتدار اور سب سے زیادہ خشوع و خضوع رکھنے والا' سب سے زیادہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت کرنے والا' سب سے زیادہ نیک' سب سے زیادہ صالح اور پرہیزگار اور سب سے بڑا عارف باللہ یہ شخص ہے۔ جب کسی کو صحابی کہا جاتا ہے تو اس میں یہ سارے مفاہیم آ جاتے ہیں اور اتنا فاصلہ ہے عظمت' صحبت پیغمبرؐ میں کہ دنیا میں بسنے والے سارے انسان اگر ولایت کی آخری منزل تک پہنچ جائیں تو سب کی ولایت مل کر بھی اس گرد کے درجے کو نہیں پا سکتی جو صحابی کی جوتی پر بیٹھ گئی ہو ۔ بہت بڑا فاصلہ ہے ۔ تو گویا فیوضات نبویؐ دو طرح سے اللہ کی مخلوق کو پہنچے۔ تعلیمات نبویؐ اور برکات نبویؐ اب تعلیمات نبویؐ کے جتنے شعبے بنے ان میں تفسیر حدیث اور فقہ تین ہیں۔ باقی سب ان کی شاخیں ہیں۔ تمام مدارس' تمام کتابیں' تمام صرف و نحو کی اور منطق کی بحثیں جو ہیں ان کا حاصل یہی تین فنون ہیں۔ ایک حدیث نبویؐ کو سمجھنے کے لئے مسلمانوں نے ۲۷ فنون ایجاد کیے اور اس طرح سے تجزیہ کیا حضورؐ کی احادیث مبارکہ کا کہ صدیاں بیت گئیں۔ انھوں نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دیا۔ آج بھی جب چاہے آپ کسی بھی قدم کو لے لیں کوئی یہ کہہ دے کہ یہ حدیث نبویؐ ہے تو آج بھی پرکھا جا سکتا ہے۔ آیا یہ درست کہتا ہے یا نہیں ۔ جتنی محنت مسلمانوں نے تعلیمات نبویؐ کو سمجھنے 'سمجھانے' اپنے سینے میں سمونے اور آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لئے کی ہے دنیا کی کوئی قوم اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ اسی طرح برکات نبویؐ کے شعبے کو جن خوش نصیبوں نے سنبھالا اور آئندہ نسلوں تک اور آنے والے مسلمانوں تک پہنچایا اور یہ بڑا نازک کام تھا چونکہ تعلیمات کی تحقیق علمی تھی یہ برکات و کیفیات تھیں اور ان کے لئے کوئی خارجی معیار نہ تھا ۔ کیفیات نہ لکھی جا سکتی ہیں نہ پڑھی جا سکتی ہیں ۔نہ بولی جا سکتی ہیں ۔صرف محسوس کی جا سکتی ہیں تو اس کے لئے صرف اجالا قلب اور قلبی استعداد کا ایک معیار تھا۔ جس کے لئے انھوں نے محنتیں کیں' مجاہدے کیے اور انھیں اخذ کیا تو مختلف سلاسل تصوف جو ہیں وہ وجود میں آئے۔ جس طرح تعلیمات کے لیے مختلف مکاتب بنے' مدارس بنے' تمام سلاسل تصوف جتنے

امت میں اور جتنے مسلمانوں کے پاس ہیں۔ سب کا بنیادی موضوع انسان ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم چونکہ حضور اکرمؐ کے بعد خلافت راشدہ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم تک یہ جو چار ہستیاں گزری ہیں ۔ ان کے ادوار مبارکہ جو تھے وہ حضور ﷺ کی فیوضات کی آماجگاہ تھیں یہ مفسر بھی تھے' فقہی بھی تھے' صوفی بھی تھے' ان چار بزرگ ہستیوں کے بعد جو افراد آئے ان میں کمالات مختلف شعبوں میں بٹ گئے کوئی تفسیر کا امام بنا' کوئی فقہ کا کوئی حدیث کا' اور کوئی برکات کا لیکن ان چار مبارک ہستیوں تک اس لئے تفریق نہیں ملتی ۔ کہ یہ چاروں شخصیات جو تھیں یہ جمال نبویؐ کی جامع تھیں' آئینے تھے رخ مصطفوی ﷺ کے۔ ان میں کامل جمال مصطفوی ﷺ نظر آتا ہے ۔تو جب حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے بات آگے بڑھی تو پھر یہ چیزیں تقسیم ہونا شروع ہو گئیں پھر ان چار انسانوں کے پائے کا کوئی پانچواں انسان اس فلک کج ادا نے کوئی دیکھا نہیں۔

اس لئے سلاسل تصوف سارے کے سارے جو ہیں وہ شروع ہوتے ہیں ۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لیکن ایک خصوصیت ابوبکر صدیقؓ کی ایسی ہے جس میں وہ ان باقی تین ہستیوں سے بھی ممتاز ہے وہ بازی لے گئے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ یہ بڑی عجیب شخصیت ہے۔ میرے بھائی انبیاء علیہ السلام میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے حضورؐ نے فرمایا تھا۔ کریم ابن الکریم ابن الکریم ابن لکریم خود نبی' باپ نبی' دادا نبی' پردادا نبی' چار ہستیں مسلسل نبوت سے آتی ہیں۔ یوسف علیہ السلام تک اور تمام نبیوں کے' صحابہ میں چار پشت صحبت محمد رسول چلتی ہے ابوبکر صدیقؓ کے خانوادہ میں باپ صحابی' خود صحابی' بیٹے صحابی' پوتے صحابی' یعنی چار پشت گذر گئیں صحبت محمد رسول اللہ میں تو اس اللہ کے محبوب بندے کو اللہ کی قرآن کی رو سے' نبی پاک کے ارشادات کی رو سے' اور صحابی کے اجماع کی رو سے اور بے شمار فضیلتیں حاصل ہیں۔ جس میں یہ تین حضرات جو امت کا خلاصہ ہیں اور جمال نبویؐ کا آئینہ ہیں وہ بھی اس کے سامنے ٹھہر نہیں پاتا۔ ان میں بھی' میں آپ کو ایک بات بتاؤں اور وہ یہ ہے کہ خدا ساری کائنات کا خالق ہے یہ جتنے وجود آپ کو نظر آ رہے ہیں ان میں کوئی بھی ازخود نہیں بنتا وہ بناتا ہے تو بنتے ہیں۔ کوئی ازخود قائم نہیں رہتا وہ قائم رکھتا ہے تو رہتے ہیں۔ کسی میں ازخود کوئی ذائقہ' کوئی تلخی' کوئی ترشی' کوئی کیفیت نہیں۔ وہ کیفیات اور اوصاف پیدا کرتا ہے تو ہوتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے ساری مخلوق کو اللہ کی معیت حاصل ہے۔ جبھی تو ارشاد ہوتا ہے۔ و ھو معکم این ماکنتم تم کہیں ہو' کس حال میں ہو' مومن ہو' کافر' نیک ہو' گنہگار ہو' چھوٹے ہو' بڑے ہو' عالم ہو' جاہل ہو' نیک اور عادل ہو یا ظالم ہو۔ اللہ تمہارے ساتھ موجود ہے۔ یہ معیت عمومی ہے اور اس کا ترشح اس طرح سے ہوتا ہے۔ جس طرح آپ دیکھتے ہیں بارش برستی ہے تو ہر زمین میں کچھ چیزیں پوشیدہ ہوتی ہیں وہ ابل پڑتی ہیں۔ کہیں سبزہ' کہیں پھول' کہیں پھل' کہیں سے تعفن۔ اب اسی بارش کے باعث کسی خطہ زمین میں جس میں خود گندگی موجود ہوتی ہے' تعفن اٹھتا ہے اور کسی میں گلہائے رنگا رنگ کھلتے ہیں۔ اسی طرح ساری مخلوق کو اس کی معیت حاصل ہے۔ اس کا ترشح ہوتا ہے مخلوق پر اور مخلوق کی ذات میں جو خوبیاں یا خامیاں ہیں وہ سامنے آتی چلی جاتی ہیں یہ معیت عامہ ہے۔ ایک درجہ اس سے اوپر ہے۔ معیت کا اور وہ نصیب ہوتی ہے۔ جب کسی کو ایمان نصیب ہوتا ہے مومن کا حصہ ہے صرف وہ اور ہر کلمہ گو جس نے کہہ دیا لا الہ الا

اللہ محمد رسول اللہ وہ ولی اللہ ہو گیا تمام مسلمان ولی اللہ ہیں۔ کیونکہ خود خدا کا فیصلہ ہے اللہ ولی الذین امنوا جو بھی ایمان لایا۔ اسے اللہ کی ولایت حاصل ہے۔ ایک معیت اس سے بھی بلند تر ہے اور وہ ہے خاص لوگوں کے لیے یہ معیت عامہ تھی' خاصہ تھی' وہ خاص الخاص ہے۔ وہ ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقاموا۔ ان لوگوں کے لیے جن لوگوں نے جب وہ ایمان لائے کہہ دیا ہمارا رب اللہ ہے۔ ثم استقامو پھر اس پر جم گئے' زمین ہل گئی' پہاڑ ٹل گئے' آسمان پھٹ سکتا ہے۔ لیکن وہ اپنی بات سے ہٹ نہیں سکتے۔ اللہ کے مقبول بندے' اللہ کے نیک بندے' جن کی زندگیاں' جن کی عمریں' اپنا یہ قول نبھاتے بیت گئیں کہ میرا رب اللہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ تتنزل علیھم الملئکتہ۔ آسمانوں کے باسی بھی ان کی زیارات کو آتے ہیں کہ یہ کیسی مخلوق ہے۔ حاجات کے رکھتے ہوئے' خصوصیات بشری کے رکھتے ہوئے' تقاضائے بشریت کے ہوتے ہوئے' بھوک پیاس جھیلتے ہیں۔ لوگوں کی جھڑکیاں سہتے ہیں۔ تنگیاں برداشت کرتے ہیں۔ جیلیں کاٹتے ہیں۔ کٹ مرتے ہیں۔ مرجاتے ہیں۔ لیکن اپنی بات سے ہلنے کا نام نہیں لیتے یہ خاص لوگوں کے لیے ہی ہے اور انہی کو اولیاء اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن اس میں ایک بات ہے۔ انہیں اللہ کی معیت ذاتی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس کا مدار انسانی صفات پر ہوتا ہے۔ یعنی ان اللہ مع الصابرین۔ اللہ ذاتی طور پر صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ صبر کا مفہوم ہے۔ اپنی خواہشات کو روک کر کے احکامات شریعت پر پابند ہو جانا' روک لینا' اپنے آپ کو' اپنی خواہشات کو' اپنی تمناؤں کو' اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے احکام کے سامنے اسے صبر کہیں گے۔ اب اللہ کی معیت ذاتی اسے حاصل ہے۔

لیکن معیت باری کا مدار ہے۔ اس انسان کے اوصاف پر اگر خدانخواستہ یہ صبر چھوڑ دے تو صبر شرط ہے اور معیت اس کی جزاء ہے۔

اذافات الشرط فات المشروط۔ جب شرط بنیاد نھر جائے گی چھت رہ جائے گی اگر خدا نخواستہ کسی لمحے یہ صبر چھوڑ دے تو معیت باری سے محروم ہو جائے گا اور یہی حال ہر ولی اللہ کا ہوتا ہے بڑا سے بڑا ولی اللہ جب بھی سنت رسولؐ سے قدم باہر نکالے گا اس کی ولایت کا لبادا چھین لیا جائے گا ذہن نشین کرلیں بات یہ بڑی پکی بات ہے۔ کوئی بھی خلاف شریعت عمل کرنے والا کبھی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ ساری ولایت کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی اپنے آپ کو حضورؐ کے قدموں کی خاک بنا دے اطاعت پیغمبرؐ کا حق ادا کر دے اور اسی پر جیئے اسی پر مرجائے تو اولیاء اللہ تو یہ خاص لوگ ہوتے ہیں اور معیت ذاتی اللہ کی ذاتی معیت حاصل ہوتی ہے۔ ان اللہ ذاتی طور پر اللہ مع الصبرین صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ لیکن کب تک جب تک ان میں صبر کرنے کا وصف موجود ہے۔ خاص الخاص ہوتے ہیں۔ انبیاء اور رسول نبی کو نبوت جب دی جاتی ہے تو دینے کے بعد لی نہیں جاتی۔ کوئی شخص کسی طریقے سے کسی محنت سے کسی مجاہدے سے کسی مدرسے میں جا کر نبوت سیکھ کر پڑھ کر مجاہدہ کر کے حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ وہبی ہوتی ہے۔ جو خود اللہ دیتے ہیں اپنی پسند سے دیتے ہیں اور شے محبوب جو ہوتی ہے وہ محبوب کی ملکیت ذاتی بن جاتی ہے۔ وہ نبی کی ذات کا وصف بن جاتی ہے نبوت۔ نبی عالم امر میں بھی ہے باپ کی پشت میں نبی ہے۔ ماں کے پیٹ میں نبی ہے۔ زمین کے اوپر نبی ہے۔ زمین کے پیٹ میں نبی ہے۔ میدان حشر میں نبی ہو گا اور جنت میں نبی' نبی ہی ہو گا۔ اس کی نبوت چھینی نہیں جائے گی۔ اب جس پر

مدار تھا معیت باری کا وہ بن گیا نبی کی ذات کا وصف تو خدا نے معیت بدل دی اس طرف معیت صفاتی کر دی۔ آپ قرآن کریم سارے میں نگاہ فرمایئے تو آپ دیکھیں گے جہاں انبیاء علیہ السلام کو خطاب فرمایا تو اپنی معیت صفاتی ارشاد فرمائی۔ موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر جب نکلے تو سامنے سمندر آ گیا۔ پیچھے سے فرعونی لشکر' تو اسرائیلیوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام آپ نے مروا دیا اس سے ہم زندہ تو تھے۔ ذلیل تھے' پریشان تھے' زندہ تو تھے تو آپ کی بات مان کر تو زندگی بھی ہم داؤ پر لگا بیٹھے انہوں نے فرمایا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ انا معی ربی یہ نہیں کہا اللہ میرے ساتھ ہے۔ اللہ تو ذاتی نام ہے۔ رب صفاتی نام ہے۔ فرمایا انا معی ربی میرا ساتھ میرا رب ہے۔ یعنی معیت صفائی کا تذکرہ فرمایا اسی طرح خود رب العالمین نے جب موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو بھیجا فرعونی دربار میں اور لمبی بات چلتی ہے تو وہاں جب معیت کی بات چلتی ہے انی معکما یعنی میری معیت صفاتی تمہیں حاصل ہے۔ چونکہ اس طرف ذوات وصف ایسا تھا جو تغیر پذیر نہیں تھا تو اس طرف معیت صفاتی [illegible] یہ ہے خاص الخاص لوگ انبیاء اور رسل علیہ [illegible] ایک درجہ معیت جو مجھ میں بھی ہو۔ آپ میں بھی ہو مجھ میں مختلف حیثیت سے ہو۔ آپ میں مختلف حیثیت سے ہو۔ چلو آپ نمبرون ہو جائیں میں اس میں درجہ دوم ہو جاؤں گا لیکن کوئی اشتراک تو ہو۔ آدمیوں میں دس آدمیوں میں۔ پچاس آدمیوں میں ایک معیت ایسی ہے پوری کائنات میں جو صرف دو بندوں کو حاصل ہے۔ پوری خدائی میں انبیاء رسل میں بھی اور غیر نبیوں میں بھی معیت ہے۔ ذات کی ذات کے ساتھ اللہ کی ذات کی اپنے بندے کی ذات کے ساتھ۔ وہ بندہ بیمار ہے۔ صحت مند ہے۔ سفر میں ہے۔ حضر میں ہے۔ اسے

اچھا کہے یا نہ کہے اس کی ذات کے ساتھ اللہ کی ذات کی معیت حاصل ہے اور بندے پوری کائنات میں اللہ کے دو بندے ہیں کوئی تیسرا نہیں ہے۔ ان کا جن کا ذکر قرآن حکیم فرماتا ہے۔ واذ اخرج هوالذين كفرو ثانی اثنين اذهما فی الغار۔ قرآن کا انداز دیکھیں نا۔ کہ جب کافروں نے ہجرت پر مجبور کر دیا میرے حبیبؐ تو آپ کے ساتھ دو میں دوسرا بھی تھا یہ بات ذرا غور کرنے کی ہے کہ خود خدا فرماتا ہے۔ ثانی اثنين' اثنین عربی میں کہتے ہیں دو کو۔ تو دو میں دوسرا بھی حضورؐ کے ساتھ تھا۔ پہلے تو خود حضورؐ ہوئے اول تو خود ہوئے محمد رسول اللہ تو اللہ فرماتا ہے اس درجے کے بندے میں نے پیدا ہی دو کیے ہیں اور ان دو میں جو دوسرا ہے وہ بھی ساتھ تھا۔ ثانی اثنين اذهما فی الغار مولانا یہ علماء لکھتے نہیں ہیں ایسی باتیں سمجھ میں نہیں آتی اور یہ علماء کے لیے ہے خاص طور پر بات ثانی اثنین پر بڑی بڑی بحثیں ہوتی ہیں لیکن بات ہاتھ نہیں آتی کہ اصل بات صرف اتنی سی ہے کہ اللہ کی مخلوق میں اس پائے کے صرف دو بندے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے ان دو میں پہلے تو ہے میرے حبیبؐ" لیکن ان میں دو میں جو دوسرا ہے۔ وہ بھی حضورؐ کے ساتھ بنا بھیؓ وہ دوسرا کیسے ہے۔ کیا میں نے محض اس لیے صرف دو کہا یا اس کے معنے کر کے ثابت کر لیا یا کوئی اور ثبوت بھی ہے تو آپ دیکھئے ایک تو دیکھئے کہ جب ہجرت کا لمحہ آیا یہ معمولی بات نہیں تھی اور نہ خدا اتنا کمزور تھا کہ آپ کے نبیؐ کی خدانخواستہ مدد نہیں کر سکتا تھا اس لیے کہا بھاگ جاؤ۔ ایسی بات نہیں تھی بات یہ تھی کہ اہل مکہ نے وہ قدر نہ کی۔ جو نبی رحمتؐ کا حق بنتا تھا غیرت باری نے گنبد خضراء سے قیامت تک کے لیے مکے کی زمین کو محروم [illegible] بات صرف اتنی تھی۔ اب جب بیت اللہ نے

نگاہ پڑتی ہے اگر اس کے پہلو میں حرم نبویؐ بھی ہوتا تو زمینیں کیا آسمان بھی مکے کے لیے التجا کرتے اور ٹوٹ ٹوٹ پڑتے لیکن مکے والے وہ حق ادا نہ کر سکے اگر ڈر کر خدا بھگاتا تو انہی لوگوں کو جب وہ مدینہ منورہ پہنچ چکتے ہیں تو حکم دے دیتا ہے میدان میں آؤ اور ان سے مقابلہ کرو اور تعداد میں تھوڑے ہو۔ اسباب کم ہیں' کہتا ہے کوئی فکر نہ کرو۔ لڑیں گے' تو میرے فرشتے ہیں' تم میدان میں آ جاؤ' وہ فرشتے مکہ مکرمہ بھی آ سکتے تھے لیکن اللہ نے فرمایا کہ میں یوں غلبہ نہیں دوں گا اپنے نبیؐ کہ تم قدر بھی نہ کرو اور گنبد خضراء بھی تمہاری گود میں ڈال دوں یہ نہیں ہو گا۔

مدینے والے وہاں سے نکلے وہ بھی جانتے تھے کہ یہ پوری پوری دنیا کی مخالفت مول لینا ہے۔ لیکن انہوں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر عرض کی یا رسولؐ ہمارے ہاں تشریف لایئے ہمیں رونق بخشیے خدا نے فرمایا قیامت تک کے لیے ساری کائنات تمہارے صحنوں میں نقوش کف پائے رسولؐ تلاش کرتی رہے گی یہ اس کی اپنی تقسیم ہے جسے سرفراز کر دے' تو ہجرت میں مصلحت صرف یہ نظر آتی ہے۔ ورنہ خدا کو اور خدا کے نبیؐ کو کفار کا خوف نہیں تھا۔ تو جب ہجرت فرمائی تو ہجرت کی رفاقت کے لیے ابو بکر صدیقؓ کو پسند کر لیا۔ رب جلیل نے علامہ باذل ایک شیعہ علماء میں سے بہت فاضل انسان گزرا ہے۔ ایران کا رہنے والا تھا اس نے ایک تاریخ لکھی ہے اسلام کی' اس کا نام ہے۔ حمل حیدری۔ وہ فارسی میں منظوم ہے ساری اور نایاب ہے آجکل۔ اسی نام پر اور کتابیں لکھ کر اور ان میں سے وہ چیزیں خلط ملط کر کے چھاپ دی گئی ہیں کئی حمل حیدری ملتے ہیں لیکن وہ اصل باذل ایرانی کی جو ہے وہ نہیں ملتی ہے۔ وہ نایاب ہے۔ اس میں جب وہ منظر کشی کرتا ہے تو کہتا ہے فارسی...

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں
چوں سالم بحفظ جہان آفریں
زندیک آں قومے پر مکر رفت
بسوئے سرائے ابو بکر رفت

یعنی حضور اکرم خود تشریف لے گئے اور ابوبکر صدیقؓ کو۔ میں اس واقعے کی تفصیل میں نہیں پڑھتا۔ میں جو بات ثابت کرنا چاہتا ہوں صرف وہ عرض کرنا چاہتا ہوں جب لے کر نکلے اپنی خدمت میں حضورؐ ابوبکر صدیقؓ کو تو پھر وہی منظر کشی کرتا ہے۔

چوں رفتند چندیں زو امان دشت
قدوم فلک سایہ مجروح گشت

کہتا ہے۔ جب تھوڑا سا فاصلہ اس جنگل بیاں بان میں کیا حضورؐ نے تو حضور اکرمؐ کے قدم مبارک کو پتھروں نے بے تابانہ چوما حتیٰ کہ زخمی ہوگئے قدوم مبارک اور چلنے میں تکلیف محسوس ہونے لگی۔ تو وہ باذل کہتا ہے۔

ابوبکرؓ آں جانب دوشش گرفت

ابو بکرؓ نے محمد رسول اللہ کو اپنے کندھے پہ بیٹھا لیا

ایک نسبت تمام سلاسل تصوف میں ایسی ہے جس کا منبع ہے ۔ ابوبکر صدیقؓ کا دل اور عجیب بات یہ ہے کہ منازل تصوف میں ایک خاص منزل آتی ہے جس پر پہنچ کر اس سے آگے ہر وہ ولی چلتا ہے جسے وہ نسبت نصیب ہوتی ہے۔ اور اگر وہ نسبت نصیب نہ ہو ۔ تو اس منزل پر جا کر تمام ترقیاں ختم ہوجاتی ہیں ۔ رک جاتی ہیں' اس سے آگے چلنے کے لئے صرف اور صرف وہ نسبت کارگر ہے ۔ اس نسبت کو اصطلاح تصوف میں نسبت اویسیہ کہتے ہیں ۔ نسبت اویسیہ وہ قوت ہے۔ کہ دل دل سے اور روح روح سے اخذ برکات کرلے سینہ سیراب ہوجائے

ولے ایں حدیث است جائے نہفت

کہتا ہے بات بڑی حیرت کی ہے۔

درین کس خیال قوت آمد پدیر

کہ یار نبوت تواند کشید

آدھا دبلہ پتلا لاغر سا بوڑھا لیکن اتنی قوت رکھتا ہے - نبوت کا بوجھ کاندھے پر لئے جا رہا ہے تو ایک لمحہ ایسا بھی آیا۔ جب ساری کائنات کا تعلق محمد رسولؐ اللہ کے ساتھ ابوبکرؓ کے پاؤں کے طفیل تھا۔ زمین پر' کائنات پر پاؤں تھے ابوبکر صدیقؓ کے اور نبی رحمت ﷺ ابوبکرؓ کے دوش پر تھے یعنی ساری خدائی کا تعلق جو محمد رسولؐ اللہ سے قائم تھا۔ وہ ابوبکرؓ کے پاؤں کے تلووں کے صدقے تھا - اور پھر جب غار ثور میں جلوہ افروز ہوئے تو تین دن رات وہ نور جو قیامت تک دلوں کو روشن کرنے کی سکت رکھتا تھا وہ پورے کا پورا مرتکز رہا ایک ابوبکر صدیقؓ کے دل اقدس میں' تو جس کی اک نگاہ میں ساری کائنات بیک نگاہ صحابی آ جائے ایمان لا کر تو بیک نگاہ ساری کائنات کے بسنے والے صحابی بن سکتے ہیں تو وہ نگاہ پاک جب مرتکز ہو گی ایک دل مضطرب پر' وہ بے تابیاں لکھتا ہے نا مفسر' کہ اہل مکہ تلاش کرتے کرتے جب وہاں جا پہنچے غار ثور کے سامنے

ترا گاہے دریں بانے نہ شد چاک

چہ دانی لذت دیوانگی را

یہ پتہ تو انہی کو ہے جنھوں نے محبت کی ہو' محبوب ہو اور محمد رسولؐ اللہ جیسا ہو۔ ساری کائنات سے یکسو ہو کر گود میں سر رکھ کر جمال سے سیراب ہونے کا موقعہ ملے اور پھر دشمنوں کا' رقیبوں کا کھٹکا اور ان کے پاؤں کی آہٹ سنائی دے - تو محبت کرنے والے کے دل پہ کیا بیت گئی ہو گی تو حضورؐ اس طرح فرماتے تھے ابوبکر صدیقؓ کی گود میں پاؤں کی آہٹ آئی اور پھر کافروں کے پاؤں ثور کے سامنے نظر آنے لگے تو تڑپ تڑپ گیا دل ان کا' تو فوراً" ارشاد ہوا اللہ نے وحی نازل کی 'حضورؐ نے ارشاد فرمایا

لاتحزن میرا اندیشہ نہ کر حزن ہوتا ہے دوسرے کا خوف اور اپنی ذات کا خوف جو ہوتا ہے۔ اس کے لئے لاتخف کہا جاتا ہے - قرآن حکیم میں اس کی مثال موجود ہے - کہ یوسف علیہ السلام کے فراق میں' یوسف علیہ السلام کے دکھ میں وابیضت عیناہ من الحزن یوسف علیہ السلام کے دکھ میں یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں سفید ہوگئیں یہ حزن انھیں اپنی ذات کا دکھ نہیں تھا' حزن تھا' یوسف علیہ السلام کی جدائی کا' دکھ تو قرآن حکیم فرماتا ہے -وابیضت عینا ھومن الحزن فھو کریم وہ دکھ سے اس طرح بھرا ہوا تھا' میرے نبی کا دل جس طرح مشکیزہ پانی سے بھرا ہو کزم ہوتا ہے۔ مشکیزے کو بھر کر اس کا منہ باندھ دیتا' فھو کزیم ان کا دل دکھوں سے بھر گیا تھا اور آنکھیں سفید ہو گئی تھیں' ہجر یوسف علیہ السلام میں۔

یہاں اللہ کا حبیبؐ فرماتا ہے -لاتحزن میرا رنج نہ کر' کیوں بات یہاں بنتی ہے - فرماتا ہے - ان اللہ معنا ہم دونوں کی ذاتوں کے ساتھ اللہ کی ذات ہے۔ معیت ذاتی حاصل ہے - تیری ذات کو بھی اور میری ذات کو بھی ' اور پوری کائنات میں صرف دو ہستیاں ہیں - انبیاء رسل کا سلطان ہے محمد رسول اللہؐ جس کی ذات کو معیت ذاتی حاصل ہے اور غیر نبیوں میں معیت ذاتی کا مرکز ہے ابوبکر صدیقؓ جس کی ذات کو معیت ذاتی حاصل ہے۔ تیسرا کوئی انسان روئے زمین پر نہیں - نبیوں میں یہ کمال ہے - امام الانبیاءؐ کا - اور غیر نبیوں میں کمال ہے - ابوبکر صدیقؓ کا۔ کہ جن کی ذات کو اللہ کی معیت ذاتی حاصل ہے۔ یہ اتنی عجیب بات ہے کہ حدیث شریف میں

آتا ہے ایک بار حضورؐ استراحت فرما تھے اور اندھیری رات تھی اور آسمان بھرا ہوا تھا تاروں سے بادلوں سے صاف تھا اور بھرا ہوا تھا' ستارے چمک رہے تھے تو حضرت عائشہ الصدیقہؓ حبیبیؐ حبیب کبریاؐ ام المومنین جگر گوشہ ابوبکر صدیقؓ عرض کرتی ہیں۔ یا رسول اللہؐ کسی کے نامہ اعمال میں یوں بھی نیکیاں سجی ہوں گی جیسے آسمان کے سینے پر تارے سجے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں بے شک عمرؓ کا اعمال نامہ ایسا ہی ہے۔ جیسے تجھے آسمان نظر آ رہا ہے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ میرے باپ ابوبکر صدیقؓ کا اعمال نامہ' فرمایا تیرے باپ کے اعمال نامے کو کون ماپ سکتا ہے۔ اسے جو تین راتیں ثور کی نصیب ہوئی ہیں۔ ان میں تو کائنات میں کوئی دوسرا شریک ہی نہیں۔ سیدنا فاروق اعظمؓ سودا کرنے گئے ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں عرض کی آپ نے سنا ہے' نبی رحمتؐ نے فرمایا ہے - عمرؓ کی نیکیاں یوں سجی ہیں اعمال نامے میں' جیسے آسمان کا سینہ تاروں سے بھرا ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا بے شک میں نے سنا ہے حضورؐ سے' تجھے مبارک ہو اللہ تجھے نصیب کرے۔ انہوں نے کہا میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ ساری نیکیاں آپ لے لیں اور ثور کی تین راتوں میں سے ایک رات مجھے دے دیں - انہوں نے فرمایا بھائی یہ تو وہ دینے والا ہے میں یہ رات نہیں بیچ سکتا۔ ایک عمرؓ نہیں' ہزاروں عمرؓ اپنے سارے اعمال نامے لے آئیں یہ نہیں ملے گی۔ یہ ہے وہ مقام 'جو انفرادیت عطا کرتا ہے ابوبکر صدیقؓ کو۔ تو میں بات یہاں لا رہا تھا کہ تمام سلاسل تصوف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے چلتے ہیں جس کی وجہ میں عرض کر چکا ہوں۔ ان سب میں بھی برکات نبویؐ صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ عثمان غنیؓ سے ہو کر علی المرتضیٰؓ کے سینے اطہر سے قلب اطہر سے تقسیم ہوتی ہیں۔ لیکن ایک نسبت ایسی ہے پوری کائنات میں جس کا چشمہ براہ راست ابوبکر صدیقؓ کے دل سے پھوٹتا ہے۔ برکات نبویؐ تو تھی مخلوق کے لئے اور تقسیم کرنے کے لئے خداوند کریم نے انھیں روکا تو نہیں تو ایک نسبت تمام سلاسل تصوف میں ایسی ہے جس کا منبع ہے - ابوبکر صدیقؓ کا دل اور عجیب بات یہ ہے کہ منازل تصوف میں ایک خاص منزل آتی ہے جس پر پہنچ کر اس سے آگے ہر وہ ولی چلتا ہے جسے وہ نسبت نصیب ہوتی ہے۔ اور اگر وہ نسبت نصیب نہ ہو - تو اس منزل پر جا کر تمام ترقیاں ختم ہو جاتی ہیں - رک جاتی ہیں' اس سے آگے چلنے کے لئے صرف اور صرف وہ نسبت کارگر ہے - اس نسبت کو اصطلاح تصوف میں نسبت اویسیہ کہتے ہیں - نسبت اویسیہ وہ قوت ہے۔ کہ دل دل سے اور روح روح سے اخذ برکات کرلے سینہ سیراب ہو جائے اور اس میں وہ بے تابیاں آ جائیں جو ثور میں بیٹھا ہوا ابوبکر صدیقؓ محسوس کرتا تھا اگرچہ ان کا محسوس کرنا' ان کی شان کے مطابق ہو گا میرا آپ کا محسوس کرنا ہماری حیثیت کے مطابق ہو گا لیکن کیفیت وہی ہو نگی اس نسبت کو سلاسل تصوف میں نسبت اویسیہ کہتے ہیں۔ اور یہ اس کے حاصل ہیں یہ حضرات نقشبند رحمتہ اللہ علیہم اجمعین سلسلہ نقشبندیہ ہیں نقشبندیہ میں اویسیہ ایک شعبہ ہے۔ جس کے مشائخ اس برکات کے حاصل ہیں۔ وہ بڑی عجیب بات کہتے ہیں۔

اول ما آخر ہر منتہی
آخر ما جیب تمنا تہی

کہ ہمیں اللہ نے اول معا آخر ہر منتہی جہاں باقی سلاسل کی انتہا ہوتی ہے۔ اللہ نے ہمیں وہاں سے ابتداء کرنے کی قوت دی ہے اسی نقطے کو لے کر کہتے ہیں کہ تمام سلاسل آ کر اسی میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ اور ہماری منتہی

یہ ہے کہ بندے کے پاس مانگنے کے لئے کچھ نہیں رہ جاتا ہے' سیراب ہو جاتا ہے' مانگنے کے لئے' اس کے پاس الفاظ نہیں رہتے میں اب کیا مانگوں۔ اللہ نے جس طرح سے وجود میں روح رکھا ہے اور وجود کے عناصر ہیں۔ آگ' مٹی' ہوا' پانی اسی طرح روح میں لطائف ہیں۔ جوان عناصر کے قائم مقام ہیں جنہیں لطیفہ کہا۔ لطائف متعلق ہیں۔ عالم امر سے بعض پانچ شمار کرتے ہیں چونکہ اصل پانچ ہیں پھر ان میں سے بعض نے سات بعض نے گیارہ تک کاذکر کیا لیکن وہ ان ہی کے شعبے ہیں۔ اصل وہ پانچ ہیں۔ تو تمام سلاسل تصوف ذکر جہر شروع کرتے ہیں۔ پھر ذکر جہر کے درجے بتاتے ہیں لا الہ کو پھر الا اللہ کو پھر اللہ اللہ کو پھر اس کے بعد ذکر خفی پر لاتے ہیں اور ایک لطیفے قلب پر شروع کراتے ہیں۔ سالوں محنت کی جاتی ہے۔ ایک لطیفے پر پھر اسی طرح دوسرے پر اسی طرح تیسرے پر تو سات لطائف تک جاتے ہوئے۔ تب جاکر سات لطائف تک جاتے ہوئے اوسط" اگر دو سال بھی لگائے تو چودہ سال بنتے ہیں - تب جاکر سات لطائف جو ہیں وہ ذاکر ہوتے ہیں اور منور ہوتے ہیں - لیکن نسبت او۔سیہ والوں کے پاس کوئی آجائے تو کہتے ہیں کہ میاں میرے پاس بیٹھ ایک ایک کر کے ساتوں لطائف تک نگاہ کرتا جا ایک نگاہ میں سات لطائف روشن ہو جاتے ہیں۔ کتنے فاصلے ہیں یہ اس لئے کہ یہ نسبت وہ ہے جو براہ راست ابوبکر صدیق ؓ سے منتقل ہو کر آتے ہیں۔

فنافی اللہ اور بقاباللہ پر اگر سالک کو دوسرے سلاسل پہنچادیں تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے تجھے کمال پر پہنچا دیا ہے۔ یہ فنابقا پر کھڑا کر کے کہتے ہیں کہ اب تیری ابجد سیدھی ہوگئی اب تجھے اب ج دکھنا آگیا اب تجھے آگے پڑھائیں گے تو یہ سلسلہ عالیہ اور اور یہ نسبت مبارکہ جس کی خدمت کرنے کی توفیق اللہ کریم نے مجھے دی ہے اور وہ اپنی عطا سے دیے رکھے چونکہ میں جانتا ہوں کہ میں بڑا ناکارہ' بڑا نالائق' بڑا ست انسان ہوں پتہ نہیں یہ اس کی مرضی وہ جب کام لینا چاہے درختوں سے' پتھروں سے لے لیتا ہے موسیٰ علیہ السلام سے بات کرنا چاہی تو ایک درخت کو ذریعہ بنا دیا اور اس میں سے نداء آنے لگی انی انا ربک اس کی مرضی درخت تو درخت ہی رہا ہم تو وہی مشت غبار ہیں یہ اس کی مرضی کہ اس نے اس خدمت پہ لگا دیا بیکار اور نالائق سا آدمی تھا میں' اب ڈر اس بات سے لگتا ہے عجیب کیفیت گزرتی ہیں چلو ایک بات چھوٹی سی بتا دوں پھر اجازت چاہتا ہوں کہ اس حال میں آنے سے پہلے کی زندگی پہ نگاہ جاتی ہے تو کف افسوس ملتا ہوں کہ خدایا میں نے اتنے سال ضائع کر دیے اور یہ نعمت یہاں موجود تھی جب آگے کو دیکھتا ہوں تو پھر ڈر لگتا ہے کہ اگر یہ نعمت نہ ملتی تو شاید مار کھا کر نجات ہو جاتی اب اگر پھنس گئے تو نجات کے لئے بہانہ بھی نہیں۔ تو اللہ کریم سے عافیت چاہتا ہوں آپ کے لئے بھی اپنے لئے بھی تمام مسلمانوں کے لئے کہ خدا دے کر محروم نہ کرے کسی کو بھی عطا کے بعد کسی کو بھی محرومی کا دکھ دیکھنا نصیب نہ کرے بہت دشوار ہوتا ہے اس کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور یہ سب کچھ آپ کو صرف اس لئے بتایا ہے کہ میں خود مزدور آدمی ہوں روزی مزدوری کر کے کماتا ہوں اسی معاشرے کا ایک حصہ ہوں اور اس معاشرے کی تمام باتوں میں اس حد تک پورے جوش سے حصہ لیتا ہوں جس حد تک کہیں شریعت مطہرہ سامنے آئے جہاں روک دے مجبوری ہے اور یہی اسلامی زندگی ہے۔ اسلامی زندگی گوشہ نشینی اور خانہ نشینی کی نہیں ہے۔ چھپ کر جینے کا نام اسلام نہیں ہے۔ مزے سے جینے کا نام اسلام ہے۔

اچھا پہنو لیکن کما کر' چھین کر نہیں' اچھا کھاؤ' جائز وسائل سے کما کر' موٹریں رکھو' مکان بناؤ' لیکن محنت کر کے' حلال کر کے' کما کر' چھین کر نہیں اور موٹر ہو تو بھی رب کا سجدہ مت چھوڑو پیدل ہو تو اللہ کا شکر ادا کرتے رہو۔ بیمار ہو تو اسے یاد کرو۔ صحت و عافیت ہو تو اسے بھول نہ جاؤ اسلام ہے مزے سے زندہ رہنے کا نام' موت آئے تو اپنے آپ کو فارغ پاؤ چل دو بے فکر۔ کہ ہمارا گھر اسی طرف ہے ہمیں وہیں جانا ہے زندہ رکھے تو اس کی اطاعت کرتے رہو تو آپ جانتے ہیں کہ اس تاریخ' تاریخ انسانی میں یہ بات موجود ہے کہ زمین پر بسنے والوں کو حقیقی تہذیب سے آشنا ہی اسلام نے اور مسلمان نے کیا ہے فاروق اعظمؓ صدیق اکبرؓ جیسا کوئی بڑا فقیر نہیں ہو گا۔ لیکن ان جیسا کوئی بڑا سیاستدان اور مدبر بھی نہیں ہو گا جہاں ان جیسا کوئی عابد و زاہد نہیں وہاں ان کے پائے کا کوئی جرنیل تلاش کر کے لاؤ۔ یعنی مسلمان حدود شرعی میں رہتے ہوئے بھرپور زندگی گذارتا ہے اس لئے میں آپ پر بوجھ نہیں بنتا آپ سے شرینیاں نہیں مانگو گا آپ سے مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے مجھے آپ سے خوامخواہ کا احترام کروانے کا بھی کوئی شوق نہیں ہے۔ بالکل عام آدمی ہوں میں جسے آپ جیسا میں آپ سے کم تر ہوں لیکن یہ بات میں ضرور عرض کروں گا کہ میرے پاس یہ دولت ہے۔

آپ لوگوں کے لئے ہے۔ آپ کی امانت ہے تمام مسلمانوں کو حق حاصل ہے اسے حاصل کرنے کا یہ رواج بن گیا ہے کہ ایک خاندان پیر ہوتا ہے باقی سارے مرید کسی کے باپ کی وراثت نہیں ہے تمام مسلمانوں کا حق ہے مردوں کا عورتوں کا بوڑھوں کا جوانوں کا امیروں کا غریبوں کا ہر مسلمان کا حق بنتا ہے اس پر جب صحابیت پر کوئی پابندی نہیں کہ کوئی خاندان ہی صحابی بنے گا دوسرا خاندان نہیں بن سکتا ہے یا پڑھا لکھا ہی بن سکتا ہے۔ چرواہا نہیں بن سکتا یا امیر بنے گا غریب نہیں بنے گا امیر نہیں کوئی پابندی ہے تو صحابیت تو بہت بلندی ہے وہاں پابندی کوئی نہیں تو ولایت کو کس نے بانٹ دیا کہ فلاں خاندان حاصل کر سکتا ہے فلاں نہیں۔ سب کر سکتے ہیں میرے بھائی ہر مسلمان کا حق بنتا ہے مرد کا عورت کا لیکن ان حدود کے اندر جنہیں شریعت مطہرہ نے پابند کر دیا ہے۔ خود اس نعمت کو سیکھو دلوں کو روشن کرو اور گھروں میں خود سیکھاؤ۔ بیویوں کو ماؤں کو بہنوں کو بیٹوں کو بچوں کو اللہ کریم آپ سب کو اور حاضر و غائب اور تمام مسلمانوں کو یہ نعمت عظمیٰ نصیب کرے اور آپ سب کے طفیل مجھ عاجز پر بھی رحم فرمائے اور کبھی یہ دی ہوئی نعمت چھین نہ لے۔

اطلاع برائے خریداران الاخوان ٹائمز

ماہنامہ الاخوان ٹائمز سے متعلقہ خط و کتابت سالانہ چندہ اور دیگر شکایات کے لئے درج ذیل پتہ پر رابطہ کریں۔

وقار مصطفیٰ

معرفت روزنامہ وفاق

6۔ اے وارث روڈ لاہور

صحافت اور موجودہ صورتحال

مولانا محمد اکرم اعوان

جناب صدر پریس کلب، صحافی حضرات اور مہمانان گرامی السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ میرے لئے یہ لمحہ باعث سعادت ہے کہ آپ نے مجھے یہاں اپنی گذارشات پیش کرنے کی عزت بخشی۔ میرے نزدیک صحافت، حقائق کو بیان کرنے کا نام ہے۔ دراصل یہ لفظ قرآن حکیم سے لیا گیا ہے اور جو کتابیں آپؐ سے پہلے انبیا علیہم السلام کو اللہ کریم کی طرف سے لکھی لکھائی مل جاتی تھیں انہیں صحیفہ آسمانی کہا گیا اور قرآن حکیم نے اس کو صحف ابراہیم و موسیٰ کہا۔ اس آیہ مبارکہ میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہاں سے اخذ کرکے صحافت ایک پیشہ بنا کہ سچائی کو الفاظ کے قالب میں ڈھال کر دوسروں تک، لوگوں تک، اہل وطن تک، اہل زمانہ تک، ایوان اقتدار تک، مفلس کی جھونپڑی تک پہنچانے کا نام صحافت ہے۔ صحافی کی ذاتی پسند و ناپسند الگ ہوتی ہے وہ بھی انسان ہے۔ اس کی وابستگی بھی کسی کے ساتھ ہوتی ہے کسی سے اس کی رنجش بھی ہوتی ہے۔ لیکن وہ جو کچھ لکھتا ہے اس میں صحافی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اپنی پسند و ناپسند کو داخل کرے۔ اس کی ذمہ داری اس کے پروفیشن کی طرف سے یہ ہے کہ حقائق کو الفاظ کے روپ میں ڈھال کر لوگوں تک پہنچائے اس اعتبار سے صحافی حضرات سے ملنا یا آپ کی محفل میں حال دل کہنا بہت بڑی بات ہے۔

ہم کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ہم بڑی سادہ سی بات کہنا چاہتے ہیں۔ آپ بڑا شور سنتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ختم نبوت پر بڑے جلسے ہوتے ہیں۔ بڑی تحریکیں چلائی جاتی ہیں اور ختم نبوت کے بے شمار معنی اوز بے شمار پہلو سامنے لائے جاتے ہیں اور اس پر ایجی ٹیشن، مقدمات بھی ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ختم نبوت کا یہ مفہوم جو ہم پیش نظر نہیں لا سکے وہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق کو زمین پر بسنے کے لئے ہدایات جاری کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ مکمل ہو گیا ختم سے مراد ہے مکمل ہو گیا۔ اب مزید کسی ہدایت کے دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ نہیں کہ ضرورت باقی ہے اور اللہ نے نبوت کا سلسلہ توڑ دیا اور لوگ آوارہ ہو گئے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں کو بسنے کے لئے حقوق و فرائض، ذمہ داریاں، تعلقات، رشتے ناتے، سیاسیات، معاشیات، عدالت غرض ہر کام اس سلیقے سے کرنا ہے جو نبی کریمؐ نے بتایا ہے اور وہی درست ہے۔ اسی میں دو عالم کی بھلائی ہے۔ یہ پورا نظام رب کریم نے ایسا دیا ہے جو بیک وقت تمام انسانیت کے لئے ہے اور قیام قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ کسی نئی ہدایت یا تبدیلی کی کوئی ضرورت نہیں۔

جب سے سلسلہ انبیاء چل رہا ہے یہ آیہ کریمہ پہلی بار نازل ہوئی۔ "الیوم اکملت لکم دینکم" آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ دین وہ طرز حیات ہوتا ہے جس میں عقیدہ و ایمان بھی شامل ہو۔ دین کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ دین یہی ہے جو کچھ ہم بازار میں کرتے ہیں، معاش اور تعلیم میں کرتے ہیں۔

جب نبوت اپنے کمال کو پہنچی دین مکمل ہوگیا اورایک قوم منصۂ شہود پر آئی جس میں عرب کے چند خانہ بدوشوں کے علاوہ اس قوم کا سارا سرمایہ چند صحرا نورد تھے۔ دوسری طرفروئے زمین پر صدیوں سے بستاہوا ایک معاشرہ تھا۔ حکومتیں تھیں۔ ریاستیں تھیں فوج تھیں،لشکر تھے، طاقتیں تھیں، خزانے تھے اورصدیوں سے رائج ایک تہذیب تھی۔ مقابلتاً دیکھا جائے تو مادی اعتبار سے یوں لگتا ہے جیسے ایک چیونٹی ہمالہ کو اٹھا کر کہیں دوسری طرف پھینک دینا چاہتی ہو۔ بظاہر ممکن نظرنہ آتا تھالیکن اس پیغام میں اتنی سچائی تھی۔ سارا عالم اندھیروں میں ڈوباہوا اور ایک ستارہ بھی طلوع ہو جائے تو اندھیرا اس کو چھپا نہیں سکتا۔ نور کی اپنی طاقت ہوتی ہے۔ ظلمت اور تاریکی بے شک پے درپے ہوں لیکن ایک ستارہ بھی طلوع ہو جائے تو اندھیرااسے چھپا نہیں سکتااور سورج نکل آئے تو اندھیروں کا وجود مٹ جاتاہے۔ یہ پیغام سورج تھااوراس نے واقعی دنیا سے اندھیروں کا وجود مٹا دیا۔ یہ اتنا کامیاب پیغام تھا کہ اسنے تاریخ انسانی کا دھارا بدل دیا۔

ہماری اساس دین ہے اور ہم چودہ صدیوں بعدان لوگوں کے وارث ہیں جنھوں نے اس پیغام کو اس زمانے میں اپنایا تھا جب سپرپاور قیصرو کسریٰ تھے۔ امتداد زمانہ سے عروج و زوال چلتے رہے اوراس سرزمین برصغیر پر مسلمان پہنچے۔ ان سے پہلے یہاں ایک سسٹم تھا۔ ایک نظام تھا۔ سلطنتیں تھیں۔ راجواڑے تھے۔ حکومتیں تھیں۔ بادشاہتیں تھیں جن کے طریقہ اسلوب زندگی مختلف تھے۔

مسلمانوں نے بنگالہ سے کابل تک اور ہمالہ سے دکن تک تمام نظاموں کی بساط لپیٹ دی اور اس جہان کی آبادی کو ایک نیا نظام دیا لیکن جب مسلمان عیش و عشرت میں غرق ہوئے تو ان کی اپنی کوتاہی کے سبب ایک نئی طاقت انگریز آیا۔ انگریز نے الف سے ے تک وہ سارا نظام لپیٹ دیا اور اس کی جگہ تعلیمی نظام اپنا دیا، سیاسی نظام اپنا دیا،معاشی نظام اپنا دیا اور وہ ایسا نظام تھا جو انگریز کے اپنے ملک میں نہیں چل سکتا تھا۔ وہ نہ کبھی وہاں رہا نہ اب ہے اس لئے کہ اس کے اپنے ملک میں آزاد لوگ بستے ہیں۔ وہ نظام تھا غلاموں کو سیدھا رکھنے کے لئے۔ اگر وہ تعلیم حاصل کریں تو حکومت کی مشینری چلانے کے کام آئیں۔تجارت اگر کریں تو اس کا زیادہ منافع حکمرانوں کو جائے۔ اگر سیاست کریں تو ایوان اقتدار کو تقویت پہنچے اور اگر وہ مرے تو اس کا فائدہ بھی حکمران کو ہو اور اگروہ زندہ رہے تو اس کا فائدہ حکومت کو ہو۔ یہ تھا وہ (نو آبادیاتی) نظام جو یہاں رائج کیاگیا۔

مسلمانوں کی تاریخ یہ ہے کہ سراج الدولہؒ کی شہادت سے لے کر قیام پاکستان تک یہ قوم انگریزوں سے لڑتی رہی۔ تحریک بنا کر لڑے، فوجی طاقتوں سے اٹھے، گروہوں کی شکل میں لڑے، اور اکیلے اکیلے بھی لڑتے رہے۔ بلکہ جنہیں ہم ڈاکو کہتے ہیں انگریز کے دور میں وہ ڈاکو بھی انگریز کے خلاف لڑے ان کے نعرے آج بھی یاد ہیں وہ ملنگی نامی ایک ڈاکو تھا جس کا نعرہ تھا"دن کو راج فرنگی کا رات کو راج ملنگی کا" یعنی وہ چیلنج بنا چاہتا تھا انگریزی حکومت کے خلاف۔ تو کسی نہ کسی صورت یہ جنگ چلتی رہی۔ یہ قربانیاں رنگ لائیں اور وطن عزیز وجود میں آیا۔ اس کی اساس یہ نہیں تھی کہ انگریز یہاں سے چلا جائے۔ یہ بھی شرط نہیں تھی کہ ہندو یہاں سے چلا جائے یہ شرط بھی نہیں تھی کہ تمام علاقوں کے مسلمان یہاں آ جائیں اس لئے کہ عیسائی بھی اسی ملک میں بستا ہے۔ ہندو جو یہاں سے نہیں گیا وہ اب بھی یہاں موجود ہے۔ مسلمان جو ہندوستان سے نہیں آسکا وہ آج بھی وہیں ہے۔ ایسی کوئی شرط نہیں تھی۔ شرط یہ تھی کہ

یہ نظام سلطنت جو ہے یہ سسٹم جو ہے اس کی بساط لپیٹ دی جائے اور ہم چودہ صدیوں سے جس نظام کے پروردہ جس کے داعی جس کے جانثار ہیں وہ نظام یہاں لایا جائے۔ اس ساری بات کو اس نعرے میں سمو دیا گیا "پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالہ الا اللہ" اس مقصد کے لئے جتنی قربانیاں ہوئیں۔ ایک انگریز مصنف کے مطابق بائیس لاکھ مسلمان شہید ہوئے۔ اس زمانے کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق چوراسی ہزار بچیاں مسلمان قافلوں سے اٹھا لی گئیں۔ اس تعداد میں ان خواتین کا شمار نہیں جو گھروں سے اٹھالی گئیں یا فسادات کے دوران ہجرت سے پہلے اٹھا لی گئیں۔ معصوم بچوں کو نیزوں پر اچھالا گیا۔ ٹرین جب لاہور پہنچتی تو ایک ڈرائیور زندہ ملتا باقی تمام ٹرین کٹی پھٹی لاشوں کے ساتھ پر ہوتی۔ یہ سارا کچھ اس لئے تھا کہ یہ نظام جو انگریز نے ہم پر مسلط کر رکھا ہے جس سے ہمارے حصے میں غلامی اور اس کے حصے میں اقتدار رہے اسے بدلا جائے اور یہاں وہ نظام لایا جائے جس کی نوید قرآن مجید نے دی کہ یہ ایک مکمل نظام حیات ہے ہمیشہ کے لئے ہے۔ آج کی دنیا اس نظام کی متلاشی ہے۔ آج مغرب کا باسی بھی اس بے راہ روی سے تھک چکا ہے۔ آج وہ بھی ایسا نظام چاہتے ہیں جس میں انسان کے لئے دم لینے کی گنجائش ہو۔ کوئی لمحہ سکون کا میسر ہو۔ کہیں اطمینان نصیب ہو سکے اور مغرب کی تمام کوشش یہ ہے کہ کہیں پر بھی کوئی ریاست اسلامی نہ بن سکے خواہ وہ الجزائر میں لڑ رہا ہے کابل میں مداخلت کر رہا ہے یا پاکستان پر پوری توجہ دے رہا ہے۔ خوف صرف یہ ہے کہ اسلامی انقلاب نہ آجائے۔

جہاں جہاں بھی اسلام کی بات ہوتی ہے۔ یہ وسط ایشیائی ریاستیں ہوں یا مشرق بعید یا مشرق وسطی تو وہاں آخر امریکہ یا یورپ کو کیا تکلیف ہے۔ اگر الجزائر میں اسلامی ریاست بن جائے تو کیا وہ امریکہ فتح کرلیں گے یا کابل میں اسلام نافذ ہوگیا تو کیا یہ امریکہ فتح کرلیں گے یا پاکستان میں اسلام آگیا تو ہم ان کا کیا بگاڑ لیں گے؟ کچھ نہیں۔ لیکن ہو گا یہ کہ پیاسی انسانیت کو اگر یہاں اسلامی نظام' اسلامی انصاف' انسانی حقوق' انسانی عظمت' رشتوں کا احترام' جان و مال کا تحفظ حاصل ہو گیا تو وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے اپنے لوگ اتنے مسلمان ہوں گے کہ وہ ریاستیں از خود اسلامی ریاستیں بن جائیں گی۔ غیر مسلم اسلام دشمن اس بات کا دفاع نہیں کر رہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے ممالک انہیں فتح کر لیں گے۔ وہ دفاع اس بات کا کر رہے ہیں کہ زمین پر جو کچھ کسی حصے میں وقوع پذیر ہوتا ہے اسی لمحے پوری دنیا اس سے واقف ہو جاتی ہے۔ اگر عدل اسلامی آئے۔ معیشت اسلامی آئے' سیاست اسلامی آئے' تعلیمات اسلامی آئیں تو جو پرسکون معاشرہ تشکیل ہو گا یا وجود پذیر ہو گا وہ اتنا کھینچنے والا بن جائے گا۔ اتنا جذب کرنے والا بن جائے گا کہ ان کے اپنے ملک کی اکثریت مسلمان ہو جائے گی اور وہ ریاستیں از خود اسلامی ریاستوں میں تبدیل ہونا شروع ہو جائیں گی۔ یہ مسئلہ ہے ان کا۔

یہ مسئلہ تو ان کا ہے لیکن ہم اپنے اس پیغام سے کیوں بچھڑگئے۔ درمیان میں کون آگیا۔ میری ناقص رائے میں وطن عزیز میں ایک عجیب حادثہ پیش آیا۔ ہندوستان اور پاکستان ایک ساتھ آزاد ہوئے۔ ہندوستان میں سردار پٹیل نے ایک حکم دیا کہ تمام ریاستوں کے والی جاگیروں کے مالک تمام املاک حکومت ہند کو واپس کریں کیونکہ یہ انگریز نے انہیں حق غلامی کے صلے میں دی تھیں۔ انگریز چلا گیا۔ انگریزی حکومت ختم ہوئی۔ انگریزی انعامات واپس دو کہ یہ ریاستیں اور جاگیریں ملک کی امانت ہیں۔ یہ تمہاری نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ایک عام ہندو کا بیٹا بھی اسمبلی میں بیٹھا ہے۔ اگر وہ راجواڑے

قائم رہتے تو ہندوستان کی اسمبلی میں صرف راجے مہاراجے ہی آتے دوسرا کوئی نہ آتا۔

یہاں یہ ہوا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جن لوگوں نے انگریز کو سپاہ مہیا کیں' جن لوگوں نے سرمایہ فراہم کیا' گھوڑے پیش کئے' عیاری' دغا بازی کی چالیں مسلمانوں کے ساتھ چلیں۔ مجاہدین کے خلاف اور انگریز کی حمایت میں لڑے انہیں انگریز نے جاگیریں دے کر القاب دے کر ایک جاگیردار طبقہ پیدا کر دیا۔ یہاں بھول یہ ہوئی کہ جب وطن آزاد ہوا تو ان جاگیرداروں سے وہ جاگیریں واپس نہ لی گئیں۔ یہاں جو راجے تھے وہ اپنے راج سنگھاسن پر آج تک بیٹھے ہیں اور ایوان ہائے سلطنت میں انہیں کا طوطی بولتا ہے۔ کوئی تبدیلی آئے' کوئی جماعت آئے' کوئی فرد آئے وزارتیں مخصوص خاندانوں ہی میں رہتی ہیں۔ آپ لوگ مجھ سے زیادہ باخبر ہیں آپ دنیا کے کسی اور ملک کا نام بتا سکتے ہیں۔ حکومتوں کے Portfolioes اور وزارتیں خاندانوں نے الاٹ کروا رکھی ہوں اتنا ہولڈ کسی ملک میں کسی ایک مخصوص طبقے کا ہے۔

ان حالات میں ہم جب اسلام کا نام لیں تو مراد یہ لیتے ہیں کہ اسلام اللہ کے دیئے ہوئے اس عدل کا نام ہے جس میں وسائل برابری کی سطح پر تقسیم ہوں جہاں عہدے قابلیت' صلاحیت' اہلیت اور محنت کی بنیاد پر دیئے جائیں جہاں صلہ محنت بغیر رکاوٹ کے حاصل ہو۔ ایک مثال تعلیمی شعبے کی لے لیں۔

ہمارے ہاں تعلیم طبقاتی ہے۔ ایک بچہ تعلیم حاصل کرتا ہے صرف ریڑھی پر پھل بیچنے کے لئے یا اسی طرح کے دوسرے کام کرنے کے لئے اور یہ ہمارے وہ عام سکول ہیں جو عام شہری کے لئے ہیں جن میں ٹاٹ نہیں ہے۔ استاد نہیں ہے۔ یا کلاسیں دس ہیں استاد دو ہیں جو ڈنڈا لے کر چپ ہی کراتے رہتے ہیں پڑھانے کی انہیں فرصت ہی نہیں ہے۔ دوسرے وہ سکول ہیں جو درمیانے درجے کے لئے ہیں جنہیں پہلے سفید پوش' متوسط طبقہ کہا جاتا تھا اب انگریزی اخباروں نے ان کا نام برگر کلاس رکھ دیا ہے۔ ان کے بچوں کی تعلیم نسبتاً" مہنگی ہے اور وہ دفاتر چلانے کے لئے سٹاف مہیا کرتے ہیں۔ ایک اور طبقہ جن کے بچے یہاں کے بہترین آراستہ اور نہایت مہنگے سکولوں میں پڑھتے ہیں۔ وہاں سے سیدھے باہر چلے جاتے ہیں اور جب آتے ہیں تو سیدھا اسلام آباد Land کرتے ہیں اور وہ حاکم Provide کرتے ہیں۔

اسلام آ جائے تو وہ یہ ساری سہولتیں سب کے لئے عام کر دے گا اگر غریب کا بیٹا اہلیت رکھتا ہے کہ وہ اچھا ڈاکٹر بنے تو اسلامی ریاست اس کی تربیت کرے گی اور اگر کسی بڑے آدمی کا بیٹا نالائق ہے تو اسلامی ریاست اس پر اپنے وسائل ضائع نہیں کرے گی۔

موجودہ نظام عہدے یا سیٹیں شخص کی اہلیت پر نہیں اس رشتے کی بناء پر تقسیم کرتا جو اس کا بااثر لوگوں سے ہوتا ہے۔ اسلامی نظام معیشت کسی کو اربوں اور کروڑوں ڈالر باہر لے جانے کی اجازت نہیں دے گا۔ موجودہ نظام معیشت غلاموں کے لئے کام اور حاکموں کے لئے انعام ہے۔

یہ بات موضوع بحث رہتی ہے کہ جاپان چھوٹا سا ملک ہے لیکن اس نے معاشی میدان میں دنیا کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے حتیٰ کہ امریکہ اگر ایک قدم چلے تو جاپان کو ایک سو دس قدم دوڑنا پڑتا ہے تب وہ اس کے برابر پہنچتا ہے۔ لیکن جاپانی ایک سو دس کی بجائے ایک سو بیس چل جاتے ہیں۔ اس کی معاشی ترقی کا راز یہ ہے کہ جاپان کا کوئی بنک سود پر قرضہ نہیں دیتا وہ کبھی کسی کو بھی Loan نہیں دیتے۔ ہر جاپانی Loan لے سکتا ہے لیکن

سود پر نہیں شراکت پر۔ بنک جو سرمایہ دیتا ہے اتنے کا وہ حصہ دار بن جاتا ہے اور اسی سرمائے پر وہ جتنا کماتا ہے اس سرمائے کے اعتبار سے بنک اور حصہ دار میں تقسیم ہو جاتا ہے اور جب تک وہ بنک کا قرضہ واپس نہیں کرتا بنک اپنا حصہ لیتا رہتا ہے۔

یہ وہ اصول ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا جو اسلامی معیشت کی بنیاد ہے یعنی کافر نے بھی اگر اسلامی معیشت کو اپنایا تو وہ دنیا کو مات دے گیا۔ دوسری طرف امریکہ ہے ترقی یافتہ ملک وہاں یہودی معیشت ہے۔ امریکہ کی پوری اکانومی الٹ چکی ہے۔ لوگ ایک ہفتے کی تنخواہ بنک سے سود پر ایڈوانس لیتے ہیں اور پھر ہفتہ کام کرتے ہیں۔ بنک وہاں سے ان کی تنخواہ وصول کر لیتا ہے اور یوں آج اکثر حالات میں 70% یا 72% ٹیکس ان کی تنخواہ سے چلے جاتے ہیں۔ راس پیرو کا تجزیہ آیا تھا کہ اگر ۲۰۲۰ء تک امریکہ نے اپنی روش نہ بدلی تو یہ Ratio ۸۰ فیصد سے بڑھ جائے گی یعنی ہر کمانے والا ۸۰ فیصد سے زیادہ ٹیکس دے گا تو پھر کام کون کرے گا اور کیوں کرے گا۔ لہٰذا اس نظام کو بدلو۔ اس نے تجویز کیا تھا کہ آج تم افراد کو ٹیکس کرتے ہو اب Assets کو ٹیکس کرو۔ افراد کو چھوڑ دو۔ یہ Assets کو ٹیکس کرنے کا طریقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ جسے اسلام زکواۃ کہتا ہے۔ یعنی اپنے نظام کی ناکامی کا حل آج وہ اسلام میں تلاش کر رہے ہیں۔ یہ ان کی مجبوری بن چکا ہے۔

ہمارے سر میں کیا درد ہے کہ جس کے حصول کے لئے ہم نے قربانیاں دیں وہاں ہم سودی معیشت رائج رکھیں۔ ہماری بلا سے انگریز برطانیہ چلا جائے یا اس ملک میں رہے۔ ہمارا مقصد تو یہ تھا کہ ہمارے ملک کا نظام وہ ہو جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ اگر وہ نظام یہاں آئے تو عیسائی کے حقوق کا تحفظ بھی ہو اور ہندو کے حقوق کا بھی۔ دراصل انسانی حقوق کے تحفظ کا تصور دیا ہی اسلام نے ہے اور آج تو ہر کوئی The being human کہتا ہے یا ایہا الناس اے اولاد آدم سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس سے پہلے آپ کو تاریخ انسانی میں الناس کی بات نظر نہیں آتی۔ انبیاء بھی جو مبعوث ہوئے وہ بھی اپنے علاقوں اور قوتوں کی طرف بھیجے گئے۔ الناس یا اولاد آدم یا اے لوگو یا جمہور یہ الفاظ کسی نے استعمال نہیں کیے۔ یہ سب اصطلاحیں آقائے نامدارؐ کی ہیں۔

ہمارے حکمران تو شاید اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہوں نے چودہ کروڑ لوگوں کے حقوق دبا کر اپنے موج میلے کا سامان کر رکھا ہے۔ اسلام آ جائے تو انہیں کچھ دینا پڑے گا۔ ان کے پاس اتنا کچھ ہے کہ اسلام ان سے کچھ لے گا۔ حسرت تو مجھے اس طبقے پر ہے جن کے پاس کچھ بھی نہیں اسلام آئے گا تو انہیں کچھ دے گا ہی پتہ نہیں وہ بیچارے کیوں اسلام کا نام نہیں لیتے۔ شاید اس لئے کہ انہیں باقاعدگی سے اسلامی تعلیمات سے دور رکھ کر اسلام کے نام پر دہشت گردی کروائی جاتی ہے اور یہ عالمی تنظیمیں کرواتی ہیں۔ مولانا تھانویؒ سے کسی نے کہا تھا جناب آج کا مولوی چور ہو گیا ہے انہوں نے فرمایا۔ نہیں چوروں نے داڑھیاں رکھ لی ہیں۔ مولوی' مولوی ہی ہے۔ بھلا وہ جو اللہ کا کلام پڑھتا پڑھاتا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سناتا ہے وہ قاتل و دہشت گرد کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ جس کا ایمان ہے قرآن کی سچائی پر کہ قرآن کہتا ہے ایک انسان کا ناجائز قتل ایسا ہے جیسے تمام انسانیت کو قتل کر ڈالا۔ کیا وہ مسجد میں نمازیوں پر بم پھینک سکتا ہے۔ وہ جیسے نبی کریمؐ کا یہ ارشاد ازبر ہے کہ فوج کشی کے دوران کسی کی عبادت میں دخل اندازی نہ

کی جائے۔ کسی کے عبادت خانے کو نقصان نہ پہنچایا جائے خواہ وہ یہودی ہوں۔ نصرانی یا آتش پرست۔ بھلا وہ بندہ مساجد میں یا امام باڑوں میں یا مندروں میں قتل و غارت گری کر سکتا ہے۔

یہ سب منظم دہشت گردی ہے۔ عالمی صیہونی طاقتیں قتل کرواتی ہیں اور ہمارے ملک کے وہ لوگ جو اسلام سے گھبرائے ہوئے ہیں جن پر منوں گوشت دوسروں کا چڑھا ہوا ہے انہیں یہ ڈر ہے کہ یہ فالتو گوشت دوسروں کے حصے سے بنا ہے اسے اتارنا ہو گا۔ ویلا ہونا پڑے گا وہ ان صیہونی طاقتوں کی یہاں تائید کرتے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ دینی مدارس میں دہشت گردی آ گئی۔

موجودہ صورت حال میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس عام آدمی کو اس سادے مسلمان کو دیانت داری کے ساتھ اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ اس کا حق کیا ہے اور اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ بڑی دیانت داری کے ساتھ حکمرانوں سے گذارش کی جائے کہ آپ بھی مسلمان ہیں آپ بھی لاالہ الا اللہ پڑھتے ہیں آپ کو بھی کل گوشہ لحد میں اترنا ہے۔ ہم کتنی دولت سمیٹ لیں گے کتنے لوگوں کا حق دبا لیں گے کتنی مخلوق کو پریشان کر لیں گے۔ کل اس مخلوق کے مالک کے سامنے بھی تو کھڑا ہونا ہے۔ اللہ توفیق دے مسلمان حکمرانوں کو از خود کر لیں یا اس ملک کے باسیوں کو وہ قوت دے کہ وہ حکمرانوں کو اسلام کے نفاذ پر مجبور کر سکیں۔ میرا اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ ظاہری اسباب جتنے مضبوط ہوتے جا رہے ہیں نفاذ اسلام کی منزل قریب ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ایک اصول ہے فطرت کا کہ جب بات مخلوق کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو پھر قدرت کاملہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے جب تک نعرے لگتے رہے ہم کریں گے ہم کریں گے کچھ نہیں ہوا۔ اب جب یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ کون کرے گا؟ اب انشاء اللہ ضرور ہو گا۔ اب وہ کرے گا جس کو ہم بھول چکے ہیں۔

(۲۳-۵-۹۷)

ضلعی صدور الاخوان سے گذارش

حضرت مدظلہ کی تقاریر کی آڈیو ریکارڈنگ (دارالعرفان منارہ اور لاہور کے علاوہ) جو ناظم اعلیٰ تک پہنچتی ہے بعض اوقات ماسٹر کاپی نہیں ہوتی اور ریکارڈنگ غیر معیاری ہوتی ہے۔ تمام ضلعی صدور الاخوان سے گذارش ہے کہ نشرواشاعت کے ذمہ دار احباب حضرت مدظلہ کی تقاریر کی معیاری ریکارڈنگ کو یقینی بنائیں اور ہر تقریر کی ماسٹر کاپی جتنی جلدی ہو سکے ناظم اعلیٰ تک پہنچائیں تاکہ حضرت مدظلہ کی آواز اچھی کوالٹی میں عوام الناس تک پہنچائی جائے۔

شکریہ

مشورہ اور معلومات کے لئے
مرکزی آڈیو کیسٹ لائبریری
لاہور سے رابطہ کریں
فون نمبر ۵۱۸۲۵۵۰

کیسٹ ارسال کرنے کا پتہ:
کرنل مطلوب حسین
او۔سیہ سوسائٹی
کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

مرکزی آڈیو کیسٹ لائبریری سلسلہ نقشبندیہ او۔سیہ و تنظیم الاخوان

اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○
انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم
الدعاء اذا ولوا مدبرین ○ وما انت بھدی
العمی عن ضللتھم ط ان تسمع الا من
یومن بایتنا فھم مسلمون ○
النمل ۸۰۔۸۱ پارہ ۲۰ دوسرا رکوع

عزیزان گرامی! قرآن حکیم کے نزدیک زندگی اور موت اس دنیا میں کن دو حالتوں کا نام ہے اس بات کی وضاحت یہ آیہ مبارکہ فرما رہی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں جو انسان چلتا، پھرتا، کھاتا، پیتا، سانس لیتا ہے یہ زندہ ہے۔ جس کے جسم پر موت وارد ہوئی جس کی روح جسم سے

مولانا محمد اکرم اعوان

الگ ہو گئی وہ مردہ ہے۔ لیکن یہ میڈیکل سائنس کے نقطہ نظر سے ہے۔ جو انداز روحانی یا انسانی زندگی کا ہے جو انداز انسانیت کا ہے جو معیار کتاب اللہ کا ہے وہ دوسرا ہے۔ قرآن حکیم کے نزدیک ہر وہ شخص جو نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ وسلم کا ارشاد عالی اپناتا نہیں اور ان سنا کر دیتا ہے وہ مردہ ہے۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے انک لاتسمع الموتی

عموماً" ہمارے ہاں ایک بحث چلتی رہتی ہے سماع موتی کی کہ مردہ سنتا ہے یا نہیں اور اس میں ان آیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ یہ بات سماع کی نہیں ہے یہ اسماع کی بات ہے سماع ہوتا ہے مطلق سننا اسماع ہوتا ہے سن کر توفیق عمل نصیب ہو جائے وہ سننا جس پر عمل بھی کیا جائے یہاں نفی اسماع کی ہو رہی ہے۔ انک لا تسمع الموتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مردے کو قابل عمل بات نہیں بتا سکتے۔ اسے قابل عمل نہیں بنا سکتے اس سے توفیق عمل ختم ہو چکی۔ یا کوئی ایسا جس کی کوئی قوت سماعت ہی ختم ہو گئی سننے کی حس ہی ختم ہو گئی ہو۔ صم الدعا جو بات سننے سے عاجز ہو اور پھر اس کے ساتھ وہ آپ ﷺ کی طرف سے پیٹھ بھی پھیر کر چل دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ بھی نہ ہو روگردانی بھی کرے وہ آپ کی بات کیسے سنے گا۔ کل کے اخبار میں تھا ہمارے نگران وزیراعظم نے حکم دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کو یا گورنروں کو مراسلہ لکھا تھا اور اس میں جو ہدایات دی تھیں وہ چھاپا جائے اور اس کی نقول تمام حکام کو گورنروں کو وزراء اعلیٰ کو اور قومی اور صوبائی وزراء کو فراہم کی جائیں۔ بات یہ ہے کہ جس قوم کے پاس اللہ کا قرآن موجود ہو اور وہ اس سے ہدایت نہ پائے جس کے پاس محمد

یہ سارے کا سارا قرآن بھی ہمارے پاس میرے پاس آپ کے پاس ساری امت کے پاس آنے والی امت کے پاس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کی سنت موجود ہو اوراس سے ہدایت نہ پائے تو اسے آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مراسلہ دیں گے تو کیا فرق پڑے گا اسے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے ارشادات کو آگے نقل فرماتے ہیں کوئی صحابی ہو، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو فاروق اعظم عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ ہوں یا صحابہ میں سے کوئی ہستی بھی ہو مرد حضرات میں سے یا خواتین میں سے تو وہ سارے آگے پہنچاتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کوئی ہستی اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتی تو جس قوم کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات سننے کی توفیق نصیب نہ ہو وہ ہستی جس کا کلام یا اللہ کا کلام ہے یا قرآن ہے اور یا حدیث ہے یہ سارے کا سارا قرآن بھی ہمارے پاس میرے پاس آپ کے پاس ساری امت کے پاس آنے والی امت کے پاس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں اگر یہ وحی تو وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وحی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصول کیا۔ انسانیت کو حضور ﷺ کی زبان حق ترجمان سے موصول ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو جملہ میں نے فرمایا ہے یہ قرآن ہے تو وہ قرآن ہو گیا۔ وہ قرآن مانا گیا اور جو قرآن نہیں ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ حدیث رسول ہے صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم وہ قرآن کامفہوم ہے وہ قرآن کی تفسیر ہے وہ قرآن کی تشریح ہے وہ قرآن کے معانی ہیں۔ حدیث اور قرآن دو نہیں ہیں حدیث ہی قرآن کی کہیں الفاظ کے اعتبار سے اور کہیں کردار کے اعتبار سے قرآن کی تفسیر ہے تو ارشاد ہوتا ہے۔

کہ وہ لوگ جن میں انسانیت دم توڑ چکی ہے جن کے وجود قبریں بن چکی ہیں ان کی ارواح کی واجسامھم قبل القبور قبور ○ عرب شاعر نے کہا تھا کہ بعض لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ قبر میں جانے سے پہلے ان کا جسم ان کی روح قبر بن جاتا ہے۔ فرماتا ہے۔ ان چلتی پھرتی قبروں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور جن سے قوت شنوائی یا بینائی ضائع ہو گئی انہیں بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا یہ بہرے اور اندھے اور مردے میں فرق یہ ہے۔ قرآن حکیم کے نزدیک مردہ وہ ہے جو نور ایمان سے ہی خالی ہو گیا۔ جو کفر میں گر گیا جو دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا وہ مر گیا اس کی انسانیت مر گئی اس میں انسانی خصوصیات مر گئیں اگر وہ زندہ ہے تو حیوانی زندگی زندہ ہو گا۔ درندگی کرے گا ظلم کرے گا برائی کرے گا ظلم پھیلانے کا سبب بنے گا۔ انسانی خصوصیات اس میں نہیں ہوں گی اور یہ دوسرا درجہ جو فرمایا یہ اندھے اور بہرے ہیں وہ لوگ ہیں جن میں نور ایمان کی رمق باقی ہے لیکن ایمان میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ اللہ اوراللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پہ اسے استقامت دے اور اسے کھڑا کر سکے کافر تو نہیں ہوا لیکن سارا مسلمان بھی نہیں ہے اتنا طاقت ور مسلمان نہیں ہے کہ جو یہ جرات رکھتا ہو کہ زمانہ بدل جائے لیکن وہ اپنے نبی علیہ وسلم کے نقوش کف پا سے نہ بدلے۔ فرمایا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنا سکتے ہیں۔ ان تسمع یقیناً" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پہنچ جاتی ہے۔ الا من یومن بایتنا جس کا ایمان میری آیات پر ہو فھم مسلمون ایمان کے

ساتھ مومنون کیوں نہیں فرمایا۔ ومن یومن بایتنا
فھم مومنون فرمانا چاہئے تھا پیچھے یومن آ رہا ہے
فرمایا فھم مسلمون ایمان کس میں ہے جو اسے تسلیم
بھی کرتا ہے۔ اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ احکام الٰہی پر
سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جاننے کے بعد اسے
تسلیم کرتا ہے۔ اس پر عمل کرتا ہے اور اسے قبول کرتا
ہے اگر سن کر کہہ دیتا ہے یہ حق ہے لیکن عمل نہیں کرتا
تو وہ مسلم نہیں ہے تسلیم نہیں کیا اس نے مانا ہے کہ یہ
حق ہے لیکن عملی زندگی میں اسے قبول نہیں کیا فرمایا
انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم
الدعا اذا ولو مدبرین وما انت بھدی العمی
عن ضللتھم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو
نہیں سنا سکتے بہرے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف سے اپنی پیٹھ پھیر کر چل دیں آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کی بات کیا سن پائیں گے یا وہ اندھے جو قوت بینائی
ضائع کر چکے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ کیسے
دکھائیں گے۔ ہاں ان کے مقابلے میں اب یہ گونگے
بہرے اندھے اور مردہ وہ نہ تصور کیے جائیں جو میڈیکل
سائنس کے اعتبار سے ہیں کیونکہ ان کے مقابلے میں آ
رہا ہے ایماندار ان کے مقابلے میں زندہ کون ہیں وہ جس
میں نور ایمان ہے اور وہ اس بات کو تسلیم بھی کرتا ہے۔
آج ہمیں شکایت یہ ہوتی ہے کہ اپنے دعوی اسلام کے
ساتھ اپنی عبادات تسبیحات کے ساتھ زمانے بھر کی
مصیبتوں نے ہماری طرف رخ کر دیا ہے۔ کافر ہم پر
غالب آتے ہیں لیکن جب عمل کی بات آتی ہے تو جو
معاشرہ سودی نظام پہ قائم ہے اور جس کے سارے رگ و
ریشے میں سود رواں دواں ہے کیا وہ مسلمان معاشرہ ہے
کیا سودی نظام معیشت اور اسلام ایک گھر میں رہ سکتے ہیں
فرمایا۔

فاذ نوا بحرب من الله و رسوله یعنی
سود خور کا تو اعلان جنگ ہے اللہ اور اللہ کے رسول صلی
کے علاوہ تیسری صورت کہ اس پر عمل کیا جائے۔ میرے
مشاہدے میں نہیں آئی۔ اس علاقے میں یا جہاں تک میں
نے دیکھا ہے بعض علاقوں میں ہے جہاں لوگ اپنا حق
لینے کے لئے زور استعمال کرتے ہیں۔ وہ لیے بغیر ٹلتے
نہیں چھوڑتے نہیں۔ وہ اپنے ڈنڈے کے زور سے لے
لیتے ہیں۔ اسلامی طریقہ تقسیم کو ہم نے تسلیم ہی نہیں کیا
یہ عام آدمی کی بات ہے۔ میری اور آپ کی بات ہے
ہمارے اردگرد روزمرہ یہ ہوتی ہے تو جب دینے کی بات
آتی ہے کہ اپنے پلے سے کچھ جائے گا تو اسلام ہمارے
حلق سے نہیں اترتا۔ جب کچھ لینے کی بات آتی ہے تو ہم
مسلمان ہو جاتے ہیں اور اسلام اسلام کرنے لگ جاتے
ہیں۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہم نے مانا نہیں ہے
اسے قبول تو کیا ہے بحیثیت ایمان کے لیکن عمل کے
اعتبار سے ہم اسے نہیں مان رہے۔ اللہ رازق ہے اور
اپنے رزق کو اپنے بندوں میں وہ اس طرح تقسیم فرماتا ہے
کہ ہر ایک کو پہنچاتا ہے پھر کچھ لوگوں پر اس نے ذمہ
داری ڈال دی ہے اور یہ یقین رکھیں کہ جو رزق کسی
سے تقسیم ہو کر دوسروں کو جاتا ہے حقیقتاً ہوتا اسی کا
ہے۔ اسے درمیان میں ذریعہ بنا کر اللہ کریم نے خواہ مخواہ
معتبر کر دیا اسے عزت و احترام کا مستحق بنا دیا ورنہ اس کی
تقسیم ایسی ہے کہ ماں غذا کھاتی ہے تو بچے کے حصے کی
غذا ماں کے منہ سے گزر کر اس کے وجود میں حل ہو کر
اس کے وجود کا حصہ نہیں بنتی دودھ بن کر بچے کے لئے
الگ ہو جاتی ہے۔ یہ تقسیم تو اس کی ہے لیکن اگر ماں کا
یہ خیال ہو کہ بچے کو دودھ دینے سے میرا حسن خراب ہو
جائے گا اور وہ اس کا وہ قدرتی حق بھی روک لے یہ حال
ہے ہمارا آج کا یعنی آج ہم اس درجے پر پہنچ گئے ہیں کہ

ماں بیٹے کو دودھ پلانے سے اس لئے گریز کرتی ہے کہ اس کا حسن قائم نہیں رہے گا یعنی جو قوم اتنی غاصب ہے کہ نومولود بیٹے کا حق چھین لیتی ہے۔ اس سے حق پرستی کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے اور اس کردار کے ساتھ ہم یہ سمجھیں کہ ہم پر دین نافذ ہو گا اور اسلامی احترام ہمیں نصیب ہو گا اور اسلامی عزت اور اسلامی سکون نصیب ہو گا تو یہ کیسے ممکن ہے۔

اس کا ذمہ دار کوئی صرف ایک حکومت یا معاشرہ نہیں ہے اگر ایک حکومت چلی جائے گی کوئی دوسری آ جائے گی تیسری آ جائے گی تھوڑا تھوڑا فرق ضرور ہو گا حکمرانوں کے مزاج میں ان کی شدت اور نرمی میں ان کے رویے میں ہر انسان میں تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے۔ لیکن عمومی اعتبار سے حال وہی رہے گا۔ اب اگر نگران حکومت آ گئی تو اس نے بھی تو پٹرول مہنگا کر دیا۔ وہی پٹرول کی قیمت اگر جانے والی حکومت کے وقت میں بڑھتی تو جلوس نکل چکے ہوتے یہ ظلم کر رہے ہیں۔ انہوں نے اخراجات بھی گھٹا دیئے گاڑیاں بھی کھڑی کر دیں اور بہت سی وزارتیں بھی ختم کر دیں اور VIP کلچر بھی ختم کر دیا پھر بھی پٹرول کی قیمت تو چڑھ گئی۔ اس لئے کہ حکومت فرشتوں کی نہیں ہے بلکہ آپ کی نگران حکومت میں تو بیشتر لوگ وہ ہیں جو پہلے رد کیے جا چکے ہیں جنہیں عام زبان میں چلے ہوئے کارتوس کہا جاتا ہے بیشتر لوگ جو لیے گئے وہ They are fired Cartridges اگر وہ مفید ہوتے تو انہیں پہلے کھوکھا سمجھ کے کیوں پھینک دیا جاتا لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ سوائے ایک کے ہمیں ہر ایک سے امیدیں ہوتی ہیں سوائے اللہ کی ذات کے کوئی بت سامنے آ جائے ہمیں ہر ایک سے امید ہوتی ہے خیر کی لیکن یہ بات طے ہے یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ فائدہ، بہتری، سکون، عزت، احترام اللہ پر امید باندھنے میں ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع غلامی میں ہے اللہ کی کتاب کو اپنانے میں ہے خواہ ساری قوم اپنا لے اور خواہ ایک فرد واحد اپنا لے یہ بھی بڑی عجیب بات ہے کہ ساری دنیا پر طوفان پھیل رہے ہوں ایک وہ بندہ جو قرآن کو اپنا ذریعہ عمل بنا لے اس کے پاس سے آرام سے گزر جاتے ہیں۔

میں اس طرح کی باتیں کرتا تو نہیں ہوں لیکن چلو بات میں بات آ گئی۔ ہم ایک دفعہ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ تھے تو اکثر مسائل کی تحقیق کیا کرتے تھے حضرت کا مزاج تھا۔ حضرت تحقیق فرمایا کرتے تھے پرانے مصنفین کی جو صدیوں پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی کتاب آ گئی مسئلہ سمجھ نہیں آیا اس میں مختلف آراء ہیں ان کی تشریح کرنے والوں نے کسی نے کچھ کہا تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے اچھا یار ان سے بات کرو۔ وہ کہاں ہیں برزخ میں تلاش کرو۔ ان سے بات کرتے ہیں وہ خود کیا فرماتے ہیں۔ انہوں نے کیا سمجھ کر اس کا مفہوم کیا ہے کیا لکھا اس طرح ایک ولی اللہ کی بات ہو گئی۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا یار دیکھو ان سے بات کرتے ہیں ساتھی تھے جو صاحب کشف تھے انہوں نے دیکھا انہوں نے کہا جی عجیب بات ہے۔ ان کی قبر تو دریا میں ہے۔ بھئی دریا میں قبر کا کیا تصور ہے۔ دریا میں کس نے دفن کر دیا ان کو دریا میں کون دفن کرتا ہے یا دریا میں غرق ہو گئے نکالے نہیں کسی نے۔ جی نہیں وہ فرماتے ہیں۔ میری قبر تو خشکی پر تھی دریا کنارہ کاٹتا کاٹتا ادھر چلا آیا اور اب دریا کے اندر چلی گئی تو آپ کو کسی نے نکالا نہیں فرمایا نہیں میں نے یہ پسند ہی نہیں فرمایا کہ کوئی مجھے نکالے اگر یہ ہوتا تو میری قبر بھی پوجا کا مرکز بن جاتی اور لوگ سجدے کرنے شروع کر دیتے اللہ نے مجھے

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ سود کھانے والی قوم اور سود خور افراد ہمیشہ خود غرض ہوتے ہیں۔ یہ طے شدہ فارمولا ہے کہ کوئی بھی سود کھانے والا بندہ جو ہو گا وہ قطعی طور پر خود غرض ہو گا۔ اسے دوسرے کی پرواہ نہیں ہو گی اگر وہ دوسرے کی زندگی کی پرواہ کرے تو وہ سود نہیں کھا سکتا سود وصول ہی ظلم کر کے کیا جاتا ہے مجبوروں سے کیا جاتا ہے دوسروں کے منہ سے نوالہ چھینا جاتا ہے۔ سودی معیشت کا یہ اثر ہے کہ ہمارے ہاں ایک عام شہری سے لے کر صدر مملکت تک ہر فرد اپنی اپنی خواہشات کا اسیر ہے کوئی بڑا ہے اس کی خواہشیں بڑی ہیں کوئی چھوٹا ہے اس کی خواہشیں چھوٹی ہیں لیکن ہر شخص کی ساری جدوجہد اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہے۔ اپنے مفاد کے حصول کے لئے ہے۔ اپنی ذات کو فائدہ حتیٰ کہ ہم اسلام کا نام بھی وہاں لیتے ہیں جہاں اسلام پر عمل کرنے میں ہمیں فائدہ ہو رہا ہے۔ وہاں اسلام کا نام لیتے ہیں۔ ایک عام آدمی کو آپ لے لیجئے۔ ہم کہتے ہیں ملک پر اسلام نافذ کیا جائے ایک قانون' قانون وراثت جو ہے وہ اسلام کے مطابق محکمہ مال میں وہ بھی اہل سنت کے لئے کر دیا گیا ہے دوسرے فرقوں کا یا دوسرے مذاہب کا ان کے اپنے مذاہب کے مطابق ہے جو نظام وراثت قرآن نے ارشاد فرمایا جو سنت سے ثابت ہے وہ ہمارے ملکی دستور نے عام مسلمانوں کے لئے رائج کر دیا۔ میرے علم میں ایسا کوئی بندہ نہیں آیا ابھی تک جس نے اپنی جائیداد شریعت کے مطابق تقسیم ہونے دی ہو مرنے سے پہلے بیٹوں کے نام کر دیں گے کہ بیٹیوں کو حصہ نہ ملے اگر ایسا نہ کر سکیں تو ان کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے اپنی بہنوں کو حصہ نہیں دیں گے بلکہ ان کے حصوں کی زمین ان سے جا کر عدالت میں اپنے نام کرا لیں گے۔ ان دو
اس سے بچایا اور ساتھی کہتے تھے عجیب بات ہے کہ قبر

کے گرداگرد کئی فٹ تک زمین خشک اور پانی جب گزرتا ہے تو وہاں سے پھٹ کر نکل جاتا ہے اوپر بھی پانی ہے گرداگرد بھی پانی ہے۔ درمیان میں ایک وجود ایک میت پڑی ہے صدیوں سے پڑا ہے ایک فرد ہے اور اسی کا وجود ہے لیکن وہ طوفانی دریا کا پانی پھٹ جاتا ہے جگہ چھوڑ دیتا ہے اوپر سے ملا ہوا ہے درمیان میں جگہ خشک ہے اور کوئی چھت نہیں کوئی چھپر نہیں کوئی رکاوٹ نہیں کیا ہے پھر ان کے پاس صرف اللہ کا بھروسہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور ولایت کیا ہے۔ ولی اللہ کے پاس کیا ہوتا ہے وہی بھروسہ اعتماد اللہ پر اور اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ حال اس دنیا کی زندگی میں بھی ہے کہ کوئی شخص اللہ پر بھروسہ کر لے اور قرآن کو اپنا لائحہ عمل بنا لے زمانے بھر میں آگ بھی لگ جائے تو اس کا ایک وجود ٹھنڈا ہی رہتا ہے اسے آگ نہیں چھوتی یہ جو ہم نے بہانہ بنا لیا تاکہ جی سارا زمانہ اس طرح سے ہے تو ہم کیسے گزارا کریں۔ یہ سراسر مکاری ہے ہم کرنا نہیں چاہتے ورنہ قرآن پر عمل کرنے کے لئے زمانے کا ساتھ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں عمل کا معیار یہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ بہت بڑا لشکر جمع کر کے مکہ والے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ مدینہ منورہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں سلاطین و حکام شہر کو بچانے کے لئے شہر کے گرد خندقیں کھود لیتے ہیں تو اس خندق کے اندر اگر جمعیت یا فوج تھوڑی بھی ہو اور باہر بہت زیادہ فوج بھی ہو تو درمیان میں رکاوٹ ہوتی ہے تو وہ اس کے لئے بڑا معاون بن جاتی ہے اور اس کا مقابلہ آسانی سے کر لیتی ہے اسے آرام سے روک لیتی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ بات پسند فرمائی اور دیار عرب میں پہلی دفعہ شہر کا دفاع کرنے کے لئے شہر کے گرد خندق کھودی گئی۔ عرب کے جنگجو لوگوں نے یہ پہلی دفعہ دیکھا۔ میں بات اتباع کی کرنا چاہتا تھا میں غزوہ خندق کی طرف نہیں جانا چاہتا۔ وہ کئی میل لمبی تھی اور کئی گز چوڑی تھی اتنی چوڑی تھی کہ کوئی بڑے سے بڑا شہسوار اسے پھلانگ نہ سکے اور اتنی گہری تھی کہ کوئی بندہ اندر سے اتر کر گھوڑا یا بندہ بھی باہر نکل نہ سکے باہر نہ پہنچ سکے اور لمبی احد سے لے کر شہر کے گرداگرد پھیلی ہوئی تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی آٹھ دس دس آدمیوں کی ٹولیاں بنا دیں اور ان میں ناپ کر بانٹ دیں اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی مبارک سے لکیر کھینچ دی کہ اس لکیر کے اندر اندر کھدائی کی جائے اب جہاں ایک جمعیت صحابہ کی کھود رہی تھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جاں نثار اس میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام خاص اس میں تھے تو تھوڑا سا کھود کر مٹی ہٹانے کے بعد نیچے چٹان آ گئی اب چٹان جو تھی وہ ان سے کاٹے نہیں کٹتی تھی کدالیں مار رہے تھے گینتیاں مار رہے تھے نہیں کٹ رہی تھی اردگرد سے وہ کھود لے گئے لیکن وہ چٹان اس سرے تک یا آدھے تک چلی گئی تھی تو بعض صحابہ نے یہ تجویز پیش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ہے دشمن کو روکنا اگر یہاں سے چٹان آگے چلی آئی ہے تو یہاں سے ہم خندق میں بل دے لیتے ہیں تو ہمیں زیادہ کھودنا پڑ جائے گا لیکن مقصد حاصل ہو جائے گا۔ خندق بن جائے گی تو سیدنا بلالؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بات تمہاری درست ہے لیکن یہ بتاؤ کہ جو لکیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھڑی مبارک سے لگائی ہے اسے عبور کون کرے گا اس سے باہر کون جائے گا تم میں کون ہے کہ زمین پر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکیر لگا دی ہے تم میں کس کا حوصلہ ہے کہ اس کے باہر جا کر کھدائی کرے گا کوئی ہے تو پھر فرمایا یہ کیوں سوچتے ہو پھر یہی توڑنی پڑے گی اور اگر نہیں ٹوٹتی تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دو کہ ہم مجبور ہیں نہیں ٹوٹ رہی اگر اپنی لگائی ہوئی لکیر توڑیں گے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی توڑیں گے۔

معاہدہ حدیبیہ لکھا جا رہا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لکھو یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل مکہ کی طرف سے جو شخص معین تھا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا جی نہیں محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے لکھئے اگر ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑا کس بات کا۔ ہم معاہدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کر رہے اگر ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑا کس بات کا ہم معاہدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کر رہے اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لیں تو پھر تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا ہم محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کا) مقابلہ کر رہے ہیں اور معاہدہ بھی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کر رہے ہیں۔ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ٹھیک ہے علی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاٹ دو اور محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ کاٹنا یہ جرات نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ

میں کیا کروں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی بھی نہیں کر سکتا لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ میں یہ لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی سے کاٹ دوں۔ یہ میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ چودہ سو صحابہ ساتھ تھے کسی نے جرات نہیں کی کہ وہ لفظ کاٹ دیتا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے رسول اللہ کاٹ کر وہاں محمد بن عبداللہ لکھ دیا۔ تسلیم کرنا تو اس کو کہتے ہیں نا ایک حرف کی بات تھی۔ زمین پر لگی ہوئی ایک لکیر کی بات تھی تو جو لوگ ایک لکیر نہیں مٹا سکتے تھے ایک حرف نہیں بھلا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکام سے سرتابی کرنے کا سوچ سکتے تھے۔ کبھی ان کے لئے آسمانوں سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ کبھی ان کے لئے زمین کی طنابیں کھینچ دی گئیں۔ کبھی سمندر ان کو راستہ دے دیتے تھے۔ کبھی پہاڑ ان کے راستے سے ہٹ جاتے تھے۔ صحرا و دریا عبور کر جاتے تھے وہ لوگ اور ان کا کچھ نہیں بگڑتا تھا اس لئے کہ انہیں اللہ پہ بھروسہ تھا اور کامل بھروسہ تھا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور کامل غلام تھے۔ ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم نام کے مسلمان ہیں۔ کردار کے معاملے میں ہم اس قدر خود غرض ہو چکے ہیں کہ جہاں ہمیں کچھ ملتا دکھائی دیتا ہے وہاں ہمیں اسلام یاد آ جاتا ہے جہاں کچھ پلے سے دینا پڑتا ہے وہاں اسلام نہیں ہوتا لیکن یاد رکھئے جب قومیں بگڑتی ہیں تو چونکہ یہ آخری دین ہے۔ آخری کتاب ہے۔ اللہ کا آخری رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی کوئی نیا دین نہیں آئے گا۔ کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو مٹانا ممکن نہیں ہے۔

تو اللہ پھر اپنے کچھ بندوں کو توفیق دے دیتا ہے جو وہی جاں نثاری اپنا لیتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا خاصہ ہے اور اس پر چودہ طویل صدیوں کی تاریخ گواہ ہے کہ پھر سے وہی ولولے زندہ ہو جاتے ہیں پھر سے وہی جذبے جوان ہو جاتے ہیں۔ پھر سے ویسے ہی لوگ پیدا ہو جاتے ہیں پھر سے اسلامی انقلاب آتا ہے اور پھر سے غلبہ اسلام شروع ہو جاتا ہے میری دانست کے مطابق ہم اس جگہ پہنچ چکے ہیں جہاں سے اللہ کریم پھر ایسے بندے پیدا کرے گا پھر سے اسلامی انقلاب آئے گا۔ انشاء اللہ غلبہ اسلام ہو گا اور پھر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی پر لوگ جانیں نچھاور کریں گے۔ کتنا خوش نصیب ہو گا وہ شخص جسے یہ سعادت نصیب ہو جائے کہ

> ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم نام کے مسلمان ہیں۔ کردار کے معاملے میں ہم اس قدر خود غرض ہو چکے ہیں کہ جہاں ہمیں کچھ ملتا دکھائی دیتا ہے وہاں ہمیں اسلام یاد آجاتا ہے جہاں کچھ پلے سے دینا پڑتا ہے وہاں اسلام نہیں ہوتا

اللہ اسے بھی توفیق دے دے کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہو جائے اپنے لئے دعا مانگو تو اس میں یہ دعا ضرور شامل کرو کہ اے اللہ مجھے بھی توفیق دے دے کہ میں تیرے دین کے احیاء اور دین انقلاب لانے والوں میں سے ایک میں بھی ہو جاؤں۔ اگر دو عالم میں مانگنے کے لائق کوئی عمدہ ہے تو وہ یہی ہے کہ اس لشکر کا سپاہی ادنیٰ سے ادنیٰ نوکر ادنیٰ سے ادنیٰ کوچوان خاکروب بن جائے اور یہ یاد رکھیے! یہ کوئی درمیانی راستے پہ کسی پہ اب یہ قافلہ رکے گا نہیں اور نہ نگران حکومت سے کچھ رک سکے گا اور نہ نئے الیکشن اس مسئلے کا حل ہیں اور نہ نئی اسمبلی ان مصیبتوں کو روک سکے گی اگر بنے گی تو پھر ٹوٹے گی۔ جب تک ظالموں کو گرفت میں نہیں لیا جائے گا۔ ظلم کو مٹایا نہیں جائے گا۔ جب تک دین حق کا انصاف لاگو

نہیں کیا جائے گا۔ جب تک نظام کو تبدیل نہیں کیا جائے گا جب تک اس ملک پر اسلام کو اس کا قانون نہیں بنایا جائے گا۔ اب یہاں کسی حکومت کا ٹھہرنا ممکن نہیں ہے۔ بنے گی نہیں بنے گی تو پھر ٹوٹیں گی پھر لڑائیاں ہوں گی پھر جھگڑے ہوں گے۔ کتنا ہی اچھا ہو کہ ارباب اختیار یہ بات سمجھ جائیں اور اللہ توفیق دے انہیں کہ دین حق' اللہ کی کتاب کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا کر وطن عزیز پر دین نافذ کر دیں۔ اگر نہیں کریں گے تو نہ کرنے کا جرم الگ ان کے گلے پڑے گا اور جتنے لوگ ناحق قتل ہوں گے ان کا خون ناحق ان کی گردنوں پہ سوار ہو گا۔ یہ یاد رکھیے اگر حکمرانوں کو توفیق نہ ہوئی اور عوامی انقلاب اٹھا عوامی لہر اٹھی تو پھر بڑا خون بہے گا۔ بڑے لوگ اجل کا لقمہ بنیں گے۔ بڑے سر تن سے جدا ہوں گے۔ بڑا خون بہے گا۔ کتنا ہی اچھا ہو کہ اللہ ان اکابرین ملت کو ہدایت دے دے۔ ارباب اقتدار و اختیار کو توفیق دے انہیں یہ سعادت نصیب کر دے کہ یہ دنیا و آخرت دونوں جگہ کی عزت کما لیں اور وطن عزیز کو اور غریب لوگوں کو موت سے اور لڑائی سے اور خون سے اور خانہ جنگی سے بچا لیں یہ ہماری خواہش تو ہے لیکن مجھے ان لوگوں سے اس کی توقع نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور یاد رکھیے۔ کم از کم ہم اپنا اپنا قبلہ تو درست کر لیں خدا کسی ایسے بندے کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے منہ پھیر کر جا رہا ہو اسے پکڑ کر اسلامی انقلاب کا سپاہی نہیں بنائے گا۔ اس لئے اپنے آپ کو ہمیں پھیرنا ہو گا۔ اپنے کان ہمیں کھولنے ہوں گے اپنی آنکھیں ہمیں کھلی رکھنی ہوں گی۔ اپنے زندہ ہونے کا ثبوت ہمیں دینا ہو گا۔ ایمان باللہ سے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور پھر اللہ سے یہ توفیق طلب کرنا ہو گی کہ اے اللہ ہمیں بھی دین حق کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب فرما اللہ یہ ہماری آرزو پوری فرمائے تو یہ دونوں جہانوں کا سب سے بڑا عمدہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دس چیزیں ایسی ہیں جو دس چیزوں کے بغیر کبھی درست نہیں رہ سکتیں۔

۱۔ عقل زہد و تقویٰ کے بغیر بے کار ہے۔
۲۔ بزرگی علم و ہنر کے بغیر ہیچ ہے۔
۳۔ اندیشہ مال کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔
۴۔ عدل و انصاف کے بغیر حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔
۵۔ ادب و اخلاق کے بغیر حسب و نسب کا ادعا باطل ہے۔
۶۔ امن و امان کے بغیر مسرت و شادمانی کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا۔
۷۔ جود و سخا کے بغیر تونگری کو قائم رکھنا مشکل ہے۔
۸۔ قناعت و بے نیازی کے بغیر فقر و فاقہ عذاب الیم سے کم نہیں۔
۹۔ عجز و نیاز مندی کے بغیر رفعت و سربلندی حاصل نہیں ہو سکتی۔
۱۰۔ اور توفیق الٰہی جب تک شامل حال نہ ہو تو سعادت جہاد و شہادت کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔

(المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد) مترجم ص: ۲۰۹

ضرورت رشتہ

24 سالہ بیٹی ایم۔ اے اسلامیات شرعی اور برٹش لاء گریجویٹ۔ قرآن اور حدیث کی قاریہ۔ کے لئے آرائیں فیملی سے مناسب رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ

محمد امین ٹیکنی محلہ وارڈ نمبر ۱۱
مکان نمبر ۱۱۸ لالہ موسیٰ
فون نمبر رات ۹ بجے 510587

مومن کی زندگی کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق

مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت ہو۔ اللہ کے بندوں پر اللہ کی حکومت ہو اور اس کے نظام میں اس کی مخلوق پر کوئی ظلم نہ کر سکے

حضرات گرامی پانچویں پارے میں سورۃ نساء کی آیات مبارکہ میں اور پانچویں پارہ کے بارہویں رکوع میں ہیں۔ قرآن حکیم کتاب ہدایت ہے۔ یہ ایک زندگی کا لائحہ عمل ہے۔ عقیدے، نظریے، ایمان سے لے کر عمل تک پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک ہر شعبہ زندگی میں ایک طے شدہ پروگرام بنا کر دیتا ہے۔ اس کے مطابق چلا جائے اور زندگی کی بنیاد، دین کی بنیاد، آخرت کی بنیاد ایمان باللہ اور ایمان با الرسول کی بنیاد سب کی بنیاد عمل پر رکھتا ہے اور مومن کو زندگی کا ایک مقصد سمجھاتا ہے۔ کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت ہو۔ اللہ کے بندوں پر اللہ کی حکومت ہو اور۔ اس کے نظام میں اس کی مخلوق پر کوئی ظلم نہ کر سکے اگر کوئی طاغوتی طاقتیں شیطان کے کہنے پر عمل کرتی ہیں تو ایک ایسی قوت بھی ہو جو اللہ کے ارشادات پر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل پیرا ہو اور وہ بزور بازو ان سے ٹکرا کر انہیں ظلم سے روکنے کی قدرت رکھتی ہو۔ ان ساری آیات میں زندگی کا مقصد بیان فرمایا ہے، کاروبار، تجارت، دولت کمانا، مزدوری کرنا، کھانا پینا، سونا جاگنا یہ زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ یہ وہ ذرائع اور وسائل ہیں جن کے ذریعے آدمی زندہ رہتا ہے۔ زندہ رہنے کے لئے اسے کھانا چاہئے، زندہ رہنے کے لئے آرام چاہئے۔ زندہ رہنے کے لئے اس کے بدن کی ضروریات کی تکمیل ہونی چاہئے۔ بیماری کا علاج ہونا چاہئے یہ ساری چیزیں زندہ رہنے کے لئے ہیں لیکن خود زندگی کس کام کے لئے ہے۔ اگر یہ سارا نظام کائنات کاروبار دنیا زندہ رہنے کے لئے ہے تو زندگی کا مقصد کیا ہے؟ مومن کی زندگی کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق ہے اور یہاں ارشاد ہوتا ہے ایسی صورت حال میں کہ کفر سے ٹکراؤ ہے۔ حالت جنگ ہے۔ دارالحرب ہے یہ بات ان آیات مبارکہ میں دارالحرب کی ہو رہی ہے وہ جگہ جہاں کفر کا تسلط ہو اور اسلامی احکام پر "قانوناً یا حکماً" عمل کرنا ممکن نہ ہو اسے دارالحرب کہتے ہیں۔ جنگ کی جگہ جنگی حالت کی جگہ چونکہ جہا' ... ب اسلام نافذ نہ ہو مومن کے لئے وہ مید' ... ن کارزار ہے۔ جائے امن نہیں ہے۔ ا ب دارالحرب میں حالت جنگ میں ہیں مسلمان اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیادت فرما رہے ہیں تو احکام نازل ہو رہے ہیں کہ جب آپ ان کے ساتھ ہوں اور نماز کا وقت بھی ہو جائے اور آپ نماز کی امامت کرنے لگیں تو نماز بھی فرض ہے اور جہاد بھی فرض ہے اب دونوں میں سے کسی کو چھوڑا نہیں جا سکتا

تو پھر کیا طریقہ ہو فرمایا آدھا لشکر اسلحہ لے کر چاق و چوبند کفر کے مقابلے میں مصروف رہے اور آدھا لشکر آپؐ کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے۔ فاذا سجدوا جب وہ سجدہ کر چکیں یعنی آدھی نماز پڑھ چکیں اگر ظہر کی نماز ہے چار رکعتیں ہیں تو دو پہلے والے پڑھ لیں اور دو رکعت پڑھ کے چلے جائیں اور باقی دو رکعت دوسرے آ کے پڑھ لیں اور یہ ان کی جگہ مورچہ سنبھال لیں۔ فلیکونوا من ورائکم ... ولم یصلواہ جنہوں نے پہلے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ جائیں اور جنہوں نے دو رکعت پڑھ لیں آدھی نماز پڑھ لی وہ ان کی جگہ چلے جائیں میدان کارزار میں فلیصلوامعک دو رکعت وہ آپ کے ساتھ آ کر پڑھ لیں تاکہ سب کو دوگانہ بھی نصیب ہو جائے اور جہاد میں یا پہرہ داری میں یا کفر کے مقابلے میں کمی نہ آئے اس لئے ولیاخذو حذرھم واسلمتم اور ہمیشہ ہوشیار رہو اور مسلح رہو دارالحرب میں کبھی اسلحہ نہیں رکھو۔ کبھی سستی نہ کرو اس لئے کہ ودالذین کفروا لو تغفلون عن اسلعتکم و امتعتکم فیمیلون علیکم میلتہ واحدۃ۔

کافر یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ سے یا اپنے ساز و سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر یلغار کر دیں اور ٹوٹ پڑیں۔ ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی ہاں اگر کوئی بیمار ہے اسے تکلیف ہے یا بارش یا موسم ایسا ہے کہ کچھ لوگ اس میں باہر نہیں نکل سکتے یا کوئی اتنا شدید بیمار ہے کہ اٹھ نہیں سکتا تو بیشک وہ اسلحہ نہ اٹھائے لیکن وہ بیمار اور مریض بھی "خذوا حذرکم" ہوشیار رہے جو اسلحہ نہیں اٹھا سکتا بیمار ہے' تکلیف ہے وہ بھی غافل نہ ہو وہ اس بات پہ نگاہ ضرور رکھے کہ کافر کیا کر رہے ہیں کیا چال چل رہے ہیں۔ شائد وہ مومنوں کو بروقت اطلاع ہی کر سکے کچھ تو کرے ان اللہ اعد للکفرین عذابا مھینا○ اور یہ جو کچھ کافر کر رہے ہیں اللہ نے تو ان کے لئے بہت ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اب تمہارے ذمے دو باتیں ہیں دو کام ہیں ایک تو یہ ہے کہ میدان کارزار میں یا دارالحرب میں کفر کے مقابلے کے لئے چاق و چوبند رہو اطاعت الٰہی میں بھی کمی نہ آئے خواہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس میدان کارزار میں تشریف فرما ہوں تو بھی نہ نماز سے چھوٹ ہے اور نہ جہاد سے چھٹی اور جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ "فاذکرالله" اللہ کا ذکر نہیں چھوڑو اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ قیاما وقعودا و علی جنوبکم کھڑے ہو چلتے پھرتے ہو لڑائی میں ہو میدان کارزار میں ہو ذکر کرتے رہو ستانے کے لئے فرصت مل گئی ہے بیٹھ گئے ہو ذکر کرتے رہو۔ آرام کا وقت مل گیا ہے لیٹ گئے ہو آرام کر رہے ہو ذکر کرتے رہو۔ فاذکرو الله قیاما و قعودا وعلی جنوبکم کھڑے اللہ اللہ کرتے رہو۔ لیٹے اللہ اللہ کرتے رہو۔ بیٹھے اللہ اللہ کرتے رہو فاذا اطما نتم فاقیموالصلواۃ جب امن قائم ہو جائے فاذا اطمانتم جب مطمئن ہو جاؤ جب امن قائم ہو جائے کافر کی یا کفر کی طاقت ٹوٹ جائے فاقیمو الصلوۃ پھر اللہ کا نظام قائم کرو صلواۃ کیا ہے بارگاہ الوہیت کی حاضری اطاعت عجز اطاعت کا اقرار۔ اقرار عجز اور اقرار اطاعت یہ جو صلواۃ کا ترجمہ ہم نماز کرتے ہیں تا یہ تو غلط العام ہو گیا ہے تو چل رہا ہے نماز دراصل قبل از اسلام آتش پرستوں کی عبادت کا نام تھا آگ کو پوچھنے والے جو تھے وہ برسوں بیٹھے رہتے تھے ان کے جو گرو ہوتے تھے یا پروہت یا رہنما یا ان کے جو عالم ہوتے تھے یا پیشوا ہوتے تھے۔ وہ آگ جلا کر اس کے گرد برسوں بیٹھے رہتے تھے

بلکہ دنیا کے تمام وسائل کا اسی فیصد مسلمانوں کے پاس ہے۔ تو جب مسلمانوں کے پاس زمین بھی زیادہ ہے افرادی قوت بھی زیادہ ہے وسائل بھی زیادہ ہیں تو مغلوب کیوں ہے؟ کفر غالب کیوں ہے؟ صرف ایک وجہ ہے کہ مسلمانوں کا مرکز ثقل جو ہے وہ دنیا بن چکی ہے۔

اور کتابوں میں ملتا ہے کہ جس طرح گدھ کی گردن پہ بل آئے ہوتے ہیں کھال میں ان کے اس طرح کھالیں جل جل کر آگ میں تو اس طرح بدن پر ان کی کھالیں ہو جاتی تھیں اور وہ جو مسلسل حضوری ہوتی تھی ان کی آگ کے سامنے اسے ان کی زبان میں نماز کہتے تھے اب یہ میرے علم میں نہیں ہے کہ صلوۃ کا ترجمہ نماز کہاں سے داخل ہوا اور کب داخل ہوا کیونکہ یہ اردو زبان میں ہے اور اردو زبان مرغوبہ ہے بے شمار زبانوں کا اس کی اپنی کوئی بنیاد یا اساس نہیں ہے یہ لشکری زبان کہلائی مختلف ممالک کے لوگ ہندوستان پر اور برصغیر پر حملہ آور ہوتے رہے۔ مختلف زبانیں ساتھ لاتے رہے۔ خود برصغیر میں اس وقت بھی ڈیڑھ سو کے قریب علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جو قدیم سے آ رہی ہیں برصغیر ہندو پاک میں کم و بیش ۱۵۰ کے لگ بھگ وہ زبانیں ہیں جو علاقائی ہیں ایک سو پچاس زبانیں یہ بھی اس میں شامل ہیں اور ہر اس قوم کی زبان جو باہر سے برصغیر پر حملہ آور ہوئی وہ بھی اس میں شامل ہے۔ ان سب کے ملنے سے اردو اپنی اس شکل میں آئی تو اس میں ہر زبان کے الفاظ ہیں یہ شائد کہیں آتش پرستوں سے یا ایران سے آیا ہو گا نماز اور پھر یہیں مستقل ہو گیا۔ ورنہ حضور حق کی بات جب بھی ہوتی نبی علیہ الصلوۃ والسلام اگر کوئی خطبہ فرمانا چاہتے اگر کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے وہ سنانا چاہتے تو بھی منادی نداء کرتا تھا الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہ اللہ کے حضور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے جمع ہو جاؤ اور نماز کا وقت ہوتا تو بھی جب تک اذان مقرر نہیں ہوئی تھی الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکارا جاتا تھا۔ پھر جب اذان مقرر ہو گئی تو نماز کے لئے تو اذان آ گئی لیکن جب بھی حضور کوئی اہم بات ارشاد فرمانا چاہتے یا لوگوں کو جمع کرنا چاہتے تو ارشاد ہوتا الصلوٰۃ الصلوا منادی سارے شہر میں نداء کرتے الصلوٰۃ الصلوٰۃ لوگ مسجد نبویؐ میں جمع ہو جاتے۔ تو الصلوٰۃ کا مفہوم حضور حق ہے۔ اطاعت الٰہی ہے۔ اس کی ادائیگی ہے۔ تو چونکہ نماز کا ذکر تو ہو چکا پہلی آیت میں کہ کس طریقے سے عین میدان کارزار میں یا دارالحرب میں ادا کی جائے گی پھر جب اطمینان ہو گیا فاقیموالصلواۃ پھر اللہ کی حضوری کو قائم کرو۔ زندگی کے ہر شعبے میں عبادات میں بھی معاملات میں بھی' سیاسیات میں بھی' عدل میں بھی' تعلیم و تربیت زندگی کے ہر شعبے میں نظام حق کو قائم کیا جائے۔ ان الصلواۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتاہ اللہ کی اطاعت' اللہ کی عبادت اور نظام الٰہی پر کاربند ہونا مسلمانوں پر مقررہ اوقات میں مقررہ حالات میں فرض عین ہے۔ ہم جان چھڑا لیتے ہیں صلواۃ کو صرف فرض سنت واجب میں داخل کر کے یہ درست ہے کہ یہ بھی صلواۃ ہے۔ اس لئے کہ یہ حضور حق بھی ہے۔ اطاعت کا اقرار بھی ہے۔ اپنے عجز کا اقرار بھی ہے۔ اللہ کی عظمت کا اظہار بھی ہے۔ لیکن صرف اسی پر صلواۃ کو پابند کر دینا درست نہیں ہے بلکہ حضور حق کے سارے امور اس میں آ جاتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اگر کافر ایک میدان سے چلا بھی گیا اور تم نے وہاں اللہ کا نظام نافذ کر دیا۔ امن قائم کر دیا تو تم فارغ نہیں ہو گئے۔ کافر کسی دوسری جگہ ظلم کر رہا ہو گا۔ کہیں اور کفر پھیلا رہا ہو گا کہیں اور

اللہ کی مخلوق کو پریشان کر رہا ہو گا تو پھر تمہیں اس کے پیچھے جانا چاہئے۔ ولا تھنوا فی ابتغاء القوم کفر کا تعاقب کرنے میں کبھی سستی نہ کرو۔ ولا تھنوا فی ابتغاء القوم کفار کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کی جائے ان تکونو تالمون اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ تمہارے سر مصیبت پڑ گئی ہے اور تم اس میں تھکتے ہو پریشان ہوتے ہو خراب ہوتے ہو تو فرمایا فانھم یالمون کما تالمون تو کافر بھی تو اسی طرح خراب ہوتے ہیں' پریشان ہوتے ہیں' بھاگتے ہیں۔ راتوں کو جاگتے ہیں۔ لڑائی کے لئے آتے ہیں تو یہ تم بھی مشقت جھیلتے ہو۔ مخالف کو بھی مشقت جھیلنا پڑتی ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ و ترجون من اللہ مالا یرجون تمہیں تو اللہ سے وہ امیدیں ہیں جو کافروں کو نہیں ہیں یعنی تکلیف اگر لڑائی کی ہے زخمی ہونے کی ہے دوستوں کے شہید ہونے کی ہے۔ ساتھیوں کے مرنے کی ہے تو اسی طرح جائیں تو کافروں کی بھی جاتی ہیں زخم انہیں بھی لگتے ہیں۔ خرچہ ان کا بھی ہوتا ہے۔ میدان جنگ میں انہیں بھی کودنا پڑتا ہے۔ ساری مشقت اٹھاتے ہیں۔ تکلیف تو برابر برابر ہے لیکن جب بات اس کے حاصل کی ہوتی ہے تو تمہیں اللہ سے عطا کی امید ہے جبکہ اس سے انہیں کوئی تعلق ہی نہیں۔ تو پھر تم کیوں سستی دکھاؤ۔ وکان اللہ علیما حکیما اللہ کریم سب کو جانتا بھی ہے اور وہ دانا تر ہے اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ اس نے انسانوں کو مہلت دے دی ایک مقررہ وقت تک کے لئے استعداد دے دی فکر کی عمل کی۔ اب وہ اپنی فکر کو اپنے عمل کو اس کا مرکز کیا بناتے ہیں؟ انہیں اختیار دے دیا یہ اس کی حکمت ہے ورنہ وہ چاہتا تو کوئی اس کی زمین پر کفر کرتا ہی نہیں۔ کوئی اپنی پسند سے پیدا نہیں ہو سکتا اس کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں۔ کوئی اپنی پسند سے صحت مند نہیں رہ سکتا۔ وہ صحت دیتا ہے صحت مند رہتے ہیں بیمار کرتا ہے ہو جاتے ہیں۔ کوئی اپنی خوشی سے مرتا نہیں۔ جب جس کی موت آتی ہے وہ مانے یا نہ مانے اسے مرنا پڑتا ہے۔ تو اگر وہ پیدا بھی اپنی مرضی سے کر لیتا ہے مار بھی اپنے اختیار سے لیتا ہے۔ تو عبادت بھی کرا سکتا تھا قادر تھا ہر چیز پر یہ اس کی حکمت ہے کہ یہ بات اس نے انسانوں پہ چھوڑ دی۔ کہ وہ کونسا راستہ اپنے لئے اختیار کرتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ اب اس میں بات آ جاتی ہے مرکز ثقل کی۔ اس مرکز کی جس کے گرد یہ سارا فلسفہ گھومتا ہے۔ مومن کا مرکز ثقل ہے اطاعت الٰہی اور اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرکز ثقل اس فلسفے میں اس بات کو کہنا چاہوں گا جس کے گرد وہ سارا فلسفہ گھومتا ہے۔ کافر کا مرکز ثقل ہے دولت یا اقتدار آپ صرف اقتدار کہہ لیں تو اس میں دولت بھی آ جاتی ہے آپ دولت کہہ لیں تو اس کے ساتھ اقتدار بھی آ جاتا ہے۔ یا آپ مفہوم سمجھنے کے لئے دولت اور اقتدار دونوں لفظ استعمال کر لیں بہرحال کافر کا مرکز ثقل ہے دنیا۔ دنیا کا عیش و آرام دنیا کا اقتدار دنیا کی دولت' کافر کی زندگی کا محور ہے دنیا۔ مومن کی زندگی کا محور ہے رضائے الٰہی اطاعت محمدؐ رسول اللہ جو رضائے الٰہی کا واحد ذریعہ ہے۔ اب اگر یہ مرکز ثقل بدل جائے مومن کا یہ محور یہ مرکز یہ بنیادی نکتہ خدا نہ کرے اگر یہ بدل جائے اور اس کا مرکز بھی زندگی کا حصول زر ہو جائے یا حصول اقتدار ہو جائے تو بتائیے دنیا کا کیا حال ہو گا؟ دو طاقتیں ہیں نا۔ دونوں اپنے اپنے محور پہ گھوم رہی ہیں۔ اب جو طاقت ور ہے وہ کمزور کو پرے ہٹا دے گی اسے اس اپنے دائرے میں نہیں آنے دے گی۔ جہاں تک اس کا دائرہ ہے اس میں نہیں آنے دے گی لیکن اگر یہ طاقتور بھی اپنے مرکز سے اٹھ کر اس کے مرکز میں چلی جائے تو ساری طاقت تو

کفر کے پاس چلی گئی عجیب بات یہ ہے کہ پھر ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں دو سو کروڑ یا دو ارب کے لگ بھگ مسلمان ہیں۔ یعنی دنیا کی آبادی چھ سو کروڑ یا چھ عرب کے لگ بھگ ہے۔ کچھ تھوڑی بہت کم ہے۔ جس میں دو ارب کے قریب قریب تھوڑے بہت کم مسلمان ہیں یعنی ہر تیسرا بندہ مسلمان ہے۔ پوری دنیا میں اگر شمار کیا جائے تو ایک تہائی صرف ایک قوم ہے۔ مسلمان اور دو تہائی میں دنیا کی ایک سو بائیس اقوام ہیں ایک قوم دو ارب ہے اور ایک سو بائیس اقوام مل کر چار ارب دنیا میں افرادی قوت مسلمانوں کے پاس ہے زمین کا سب سے زیادہ حصہ بیک وقت اگر کسی قوم کے پاس ہے آج بھی تو مسلمانوں کے پاس ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے ساٹھ حکومتوں میں اسے بانٹ رکھا ہے۔ لیکن اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو زمین کا ساری قوموں سے زیادہ حصہ مسلمانوں کے پاس ہے۔پھر مزے کی بات یہ ہے کہ وسائل زندگی مسلمانوں کے پاس اسی فیصد ہیں۔ پانی سے لے کر تیل تک' کھانے سے لے کر پھلوں تک' جانوروں سے لے کر مختلف اجناس تک سبزیوں اور پھلوں تک' میٹھے دریا چشمے زرخیز وادیاں پھل دار درخت گوشت دینے والے جانور یہ سارے جوزندگی کے وسائل ہیں حتیٰ کہ سونا' چاندی' جواہرات' معدنیات' کوئلہ' نمک' تیل وغیرہ یہ سارے اگر جمع کیا جائے تو سب سے زیادہ حصہ بلکہ دنیا کے تمام وسائل کا اسی فیصد مسلمانوں کے پاس ہے۔ تو جب مسلمانوں کے پاس زمین بھی زیادہ ہے افرادی قوت بھی زیادہ ہے وسائل بھی زیادہ ہیں تو مغلوب کیوں ہے؟ کفر غالب کیوں ہے؟ صرف ایک وجہ ہے کہ مسلمانوں کا مرکز ثقل جو ہے وہ دنیا بن چکی ہے۔ اور ان کی طاقت بھی کفر کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ یہ بھی صرف دنیا تلاش کرتے ہیں۔ انہیں روپیہ چاہیے خواہ وہ فرعون کی بارگاہ سے ملے قارون کے خزانے سے ملے وہ سود پر ملے وہ خنزیر بیچ کر ملے وہ آبرو بیچ کر ملے وہ شراب بیچ کر ملے۔ روپیہ مل جائے۔ میں نے ایک جگہ مسلمانوں کو شراب بیچتے دیکھا۔ بیشتر کاروباری مراکز مسلمانوں کے پاس تھے اور ان میں شراب کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ تو میں نے ایکدوست سے پوچھ لیا یار یہ اتنے فراخ دلی سے یہ سارے کیوں بیچ رہے ہیں۔ شراب تو وہ کہنے لگا جی ان کے پیر صاحب آتے ہیں پاکستان سے ہر سال اور ان کا فتویٰ ہے کہ تم تو بند بوتلیں بیچتے ہو تم شراب تو نہیں بیچتے۔ شراب تو وہ بیچتا ہے جو کھول کر کسی کو پلاتا ہے۔ بوتل میں کیا تم اس کے تھوڑے ٹھیکیدار ہو۔ پیر صاحب کو بھی پیسے چاہیں۔ وہ خواہ شراب بیچ کر ملیں یہ یاد رکھیے کہ کوئی پیسہ جو حرام سے آتا ہے وہ کسی پیر فقیر کے پاس پہنچ کر حلال نہیں ہو جاتا۔ وہ اس کے لئے بھی ویسے ہی حرام ہوتا ہے۔ حرام کا پیسہ اگر کوئی جائز طریقے سے لیتا ہے۔ مثلاً" کسی نے مزدوری کی ایک کے پاس پیسے حرام کے تھے دوسرے نے اس کی مزدوری کی اسے پیسے دیے تو اس کے لئے حلال ہو جائیں گے۔ وہ اس کے حلال و حرام کا ذمہ دار نہیں ہے۔ اس نے اپنی مزدوری کی اجرت لی۔ لیکن کوئی حرام کمانے کا فریب سکھا کر اس میں شریک ہو جائے تو وہ تو اس کے لئے بھی ویسا ہی حرام ہے۔جیسا حرام لینے والے کے لئے۔ جس طرح یہ فتویٰ دیا گیا محض اس لئے کہ یہ حرام کمائیں زیادہ کمائیں۔اس میں سے مجھے بھی دیں تو وہ تو لینے والے کے لئے ویسا ہی حرام ہے جیسا دینے والے کے لئے جیسا کمانے والے کے لئے تو اب بتایئے اگر مسلمانوں کی زندگی کا مقصد بھی حصول زر قرار پایا حصول دنیا ہی قرار پایا۔ اس کو آپ اگر سروے کر کے دیکھنا چاہیں تو آپ بھی کر سکتے ہیں۔ کتنے لوگ مزاروں پر جاتے ہیں۔ عقیدت سے

ادب سے ساری ساری رات بیٹھ کر قوالیاں سنتے ہیں۔ عرس ہو رہا تھا داتا صاحب کا اور ساری رات باجے گاجے ڈھول تماشے اور ساری رات قوالیاں ہو رہی تھیں۔ یہ گانے بجانے کا فن جو ہے۔ مزاروں پر یا بزرگوں پر یہ ہم نے ہندوؤں سے لیا ہے اور صرف برصغیر میں ہم نے جس طرح آپ دیکھ لیں وہ اپنے سارے ساز لے کر بتوں کے سامنے گانا گا رہے ہوتے ہیں۔ بجا رہے ہوتے ہیں۔ اس کی نقل ہم نے بھی کر لی ہے ان سے پوچھئے کیا اس میں رضائے الٰہی ہے۔ یہ سارا کچھ جو کر رہے ہو۔ اس سے کیا اللہ راضی ہو گا یا اس سے اس بزرگ کو کیا ایصال ثواب ہو گا؟ عقیدہ یہ ہے لوگوں کا کہ ایسا کرنے سے مصیبتیں ٹلیں گی اور دنیا کی دولت ملے گی۔ آپ اگر انہیں یہ یقین دلا دیں کہ ایسا کرنے سے تمہیں دنیا نہیں ملے گی تو یہ کوئی بھی کسی بڑے سے بڑے مزار کو دیکھنے بھی نہیں جائے گا۔ دین کے لئے نہیں جاتے کسی بزرگ کی عزت کے لئے نہیں جاتے اگر عزت کے لئے جاتے تو وہاں بیٹھ کر داتا صاحب کی تصنیفات پڑھ رہے ہوتے ان کی نصائح پڑھ رہے ہوتے ان کے معمولات پڑھ رہے ہوتے کہ وہ کس طرح عبادت کرتے تھے کس طرح سچ بولتے تھے۔ حلال کس طرح کماتے تھے۔ کس طرح کھاتے تھے۔ کام کیا کرتے تھے۔ ہم بھی وہ کام کریں جو وہ کرتے تھے۔ اگر ایسا کیا جائے کسی بھی بزرگ پر کسی بھی خانقاہ پر کسی بھی مدرسے میں کسی بھی بندے کے ساتھ آپ دین سیکھنے کے لئے لگتے ہیں تو سمجھ آتی ہے کہ بات دین داری کی ہے۔ لیکن اگر دین نہیں ہے تو پھر دنیا ہے دو میں سے ایک چیز تو ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر ان جہلاء کو یہ یقین ہو جائے کہ ان کے اس اچھل کود سے ان کا کوئی دنیوی فائدہ نہیں ہے یہ بزرگوں کے مزاروں پہ فاتحہ پڑھنا بھی چھوڑ دیں۔ چونکہ انہیں کسی بزرگ سے یا آخرت سے یا اللہ سے یا دین سے تعلق نہیں ہے۔ دنیا کے حاصل کرنے کے لئے جو پاس ہوتا ہے وہ بھی لٹا کے آ جاتے ہیں۔ جیبیں بھر کے لے جائیں گے اور بارش کی طرح وہ برس رہے ہوتے ہیں قوالوں پر اور وہ اتنا اتنا بنڈل وہ جو کھول کے اس طرح اچھال دیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اسی طرح بے حساب مجھے دولت ملے گی یعنی مرکز جو تھا سوچ کا محور جو تھا طلب جو تھی وہاں دین کی بجائے دنیا آ گئی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہوں نے دنیا چھوڑی انہیں چھوڑنا پڑی۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہ! حق بھی قبول کریں آپ بھی ہمارے درمیان تشریف فرما ہوں اور آپ بھی رحمت اللعالمینؐ بھی ہوں اور ہم سے روٹی کا ٹکڑا بھی چھین جائے اور تین برس ساڑھے تین برس شعب ابی طالب میں دھوپ میں ہم تپتے رہیں اور کھانے کو خاک بھی نہ ملے تو کیا فائدہ؟ کوئی تاریخ نے کسی ایک کی شکایت دکھا دیجئے۔ پرانے جوتوں کا چمڑا جلا کر اس کی چھائی پھانکی تھی مسلمانوں نے اس حد تک بھوک کاٹی کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ حال کیوں بلکہ سب یہ کہتے تھے کہ اللہ کا یہ شکر ہے کہ ہم محمدؐ رسول اللہ کے ساتھ ہیں بس ہمارا جو مقصد ہے۔ وہ پورا ہے یہ ہوتا رہے گا جو لکھا ہے ملتا رہے گا.....

ایک خاتون کو اطلاع دی گئی اس کا خاوند اور اس کے تین بیٹے احد میں شریک تھے۔ پھر اسے اطلاع دی گئی کہ وہ چاروں شہید ہو گئے وہ بے تابانہ جا رہی تھی احد کی طرف۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نگاہ پڑ گئی اس نے پائے اقدس کو بوسہ دیا اور اس کا جملہ تاریخ کی زینت ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ آپ کو دیکھ لینے کے بعد کوئی مصیبت مصیبت نہیں رہتی۔ چاروں قربان ہو گئے کوئی

فرق نہیں کوئی بات نہیں۔ آپ کے ساتھ تو ہیں یعنی مقصد بچوں کی زندگی نہیں تھا۔ مقصد مال غنیمت نہیں تھا مقصد ناموری یا دولت نہیں تھا۔ مقصد تھا محمد رسول اللہ کے ساتھ رہنا۔ وہ تو ہمیں نصیب ہے اگر چاروں کٹ گئے تو اللہ کو ایسی مرضی اللہ قبول کرے۔ اسلام اس لئے غالب تھا کہ مسلمانوں کا مرکز ثقل اسلام تھا۔ زندگی کا محور اسلام تھا۔ ان کی پوری قوت اس کے گرد گھومتی تھی۔

اب ہمارا زندگی کا مقصد دولت بن گیا۔ مال بن گیا۔ ہم کسی ولی اللہ کو ملتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ یہ دعا کر دے ہمیں بہت سے پیسے مل جائیں کسی مزار پر جاتے ہیں چاہتے ہیں دولت مل جائے۔ حرم میں جاتے ہیں۔ کتنے سادہ لوگ ہیں ہم۔ نمازیں رہ جائیں گی۔ حج کے ارکان رہ جائیں گے۔ لیکن سونا لانا ہم نہیں بھولیں گے۔ وہاں سے نئے نئے الیکٹرانک لانا نہیں بھولیں گے۔ کپڑوں کے تکیے بھر کے لانا کوئی نہیں بھولے گا ارکان حج بھول جائے گا۔ نمازیں چھوٹ جائیں گی۔ عبادات رہ جائیں گی۔ دنیا کا سامان نہیں رہے گا۔ حاجی صاحب کا۔ سب سے زیادہ لے کر آنے کی کوشش کریں گے جتنی جیب اجازت دیتی ہے وہ ادھار مانگ کر بھی لے آئیں گے۔ اس لئے کہ مرکز جو ہے یا محور جو ہے یا بنیاد جو ہے وہ دل میں دنیا آ گئی اور دنیا جب مومن کے دل میں آگئی تو مومن کے جو وسائل تھے اس کی جو قوتیں تھیں اس کی جو استعداد کار تھی وہ بھی کفر کے کام آگئی۔ کفر اپنی طاقت سے غالب نہیں ہے کفر ہم پر ہماری طاقت سے غالب ہے۔ ہم دست و بازو بن گئے کفر کے۔ ہم اس کا کام کر رہے ہیں۔ امریکہ نے آج تک یہاں سے آ کر کوئی بندہ نہیں پکڑا ہم نے اسے پکڑ کر دیا ہے ہم اس کے دست و بازو ہیں۔ امریکہ نے یہاں کوئی قانون خود نافذ نہیں کیا ہم اس کی جگہ فیصلے کرتے ہیں۔ وہ جن عیسائیوں نے بھنگیوں نے توہین رسالت کا جرم کیا تھا امریکہ سے کوئی انہیں لینے نہیں آیا۔ ہم نے انہیں جیل سے نکال کر سزائے موت کی کوٹھڑی سے نکال کر دس دس ہزار ڈالر دے کر باہر بھیجا پھر ہم کہتے ہیں امریکہ کروا رہا ہے۔ بھئی اگر امریکہ کروا رہا ہے تو امریکہ تو ایک خبیث ترین قوم ہے اور دنیا کا واحد ملک ہے جس کا رہنے والا کوئی بھی اس کا شہری نہیں ہے اور دنیا بھر کے بدمعاش وہاں ہیں۔ ہر ملک سے وہ لوگ گئے جو اس ملک میں رہنے کے قابل نہیں تھے۔ چور ڈاکو اچکے مفلوج بھاگ بھاگ کر گئے وہ اور یوں وہ قوم بنی تو اصلی باشندے تو وہ جنہیں Red Indian کہتے تھے تو انہوں نے ختم ہی کر دیئے اس ملک کے جو اصلی باشندے تھے وہ تو انہوں نے ختم ہی کر دیئے کوئی نمونے کے طور پر رکھے ہوں انہیں بھی انہوں نے نشئی اور شرابی بنا دیئے بھکتے پھرتے ہوتے ہیں تو ان کا تو کوئی بندہ یہاں کچھ کرنے نہیں آتا ان کی جگہ ہم کرتے ہیں ہم ان کے دست و بازو ہیں۔ تو میدان حشر میں تماشا ہو گا اللہ پناہ دے اور اللہ اس کو امان میں رکھے لوگ بڑی پھٹکار کریں گے شیطان پر جو اٹھے گا جس کو مصیبت آئے گی جس کا حساب ہو گا۔ اللہ کی لعنت ہو شیطان پر بہت برا تھا اس نے مجھے تباہ کر دیا تو شیطان اللہ کریم سے عرض کرے گا قرآن میں یہ واقعہ موجود ہے کہ یار الہا! مجھے بھی ان سے بات کرنے کی اجازت عطا فرما اتنی مہلت تو

میرے بھائی! اپنی ذات سے جہاد شروع کرو۔ اپنے آپ پر اسلام نافذ کرو تو اللہ توفیق دے گا کائنات پر نافذ کرنے کے مکلف ہو۔ کم از کم اپنے ملک پر تو نافذ کر کے چھوڑو۔ مکلف تو ہیں ہم سب روئے زمین پر نافذ کرنے کے اور کفر کا تعاقب کرنے کے

دے میں ان سے بات تو کر سکوں تو اس کے لئے آگ کا منبر بنا دیا جائے گا ایک ٹیلہ سا آگ کا بنا دیا جائے گا کہ اس پر کھڑے ہو کر بات کر لو تو وہ لوگوں سے کہے گا لا تلومو نی ولو موا انفسکم لوگو مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو تم وہ خبیث تھے جنہوں نے اللہ کی بات نہیں مانی جو حق کہتا تھا اور میری بات مانی جبکہ میں جھوٹ بولتا تھا۔ قابل ملامت میں نہیں ہوں۔ تم مجھ سے زیادہ ملامت کے حقدار ہو۔ جنہوں نے اللہ کی اللہ کے حبیب کی بات چھوڑ دی اور وہ حق تھا اور شیطان کی بات مان لی جو جھوٹ تھا تو ملامت تو تم پر ہونی چاہئے تھی تم مجھ پر کرتے ہو یہ تماشا عین میدان حشر میں ہو گا اور اللہ نے قرآن میں اسے بیان فرما دیا ہے۔ اس لئے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس سے بچ جائیں اس ذلت سے اس رسوائی سے اور اس طرح روئے زمین پر یا میدان حشر میں یا مخلوق کے سامنے اس طرح رسوا ہونے سے بچ جائیں تو میرے بھائی! ہم سب بات تو کرتے ہیں میں چاہتا ہوں اسلام نافذ ہو لیکن باقی سب پر میں جو کرتا ہوں کرتا رہوں اسی طرح سب چاہتے ہیں اسلام نافذ ہو کوئی کر دے اور کسی پر کر دے میں نہ کرنے والوں میں نہ تکلیف اٹھانے والوں میں ہوں اور نہ مجھے اسلام کی پابندی کرنی پڑے اس طرح بات نہیں بنے گی ہم سب مکلف ہیں۔ زندگی کے ہر لمحے میں اور کم از کم ہمارا جو اپنا دائرہ اختیار ہے۔ اس میں تو اسلام نافذ کرو اپنی ذات پر تو کرو اپنے کردار پر تو کرو یار کم از کم سود کھانا ہی چھوڑ دو کچھ تو کرو۔ دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے لینا چھوڑ دو دوسروں کی آبرو لوٹنا چھوڑ دو کچھ تو کرو۔ کسی کی آبرو بچا نہیں سکتے تو لوٹنا تو چھوڑ دو کسی کا مال ڈاکوؤں سے نہیں بچا سکتے ہو تو خود فریب کاری سے لینا تو چھوڑ دو کچھ تو کہیں سے تو ابتداء کرو۔ اپنی ذات سے تو ابتداء کرو یہاں تو میں نے دیکھا ہے بڑے بڑے پارسا ساری عمر تبلیغی چلے لگاتے ہیں اور سود کھاتے ہیں۔ کچھ تو خدا کا خوف کرو اور کم از کم اپنی زندگی کے مرکز کو پہچانو کہ بحیثیت مسلمان میری ترجیحات کیا ہونی چاہئے میری ترجیحات کیا ہونی چاہئیں۔ میری زندگی کا مقصد کیا ہونا چاہئے۔ امور دنیا کسی کے ساتھ نہیں آج ہم بڑے پریشان ہوتے ہیں۔ اولاد کے لئے اور جی کیا کریں بچوں کا کچھ نہیں ہو رہا دین کا کرتے لیکن اولاد بچے بیکار ہیں بے روزگار ہیں جی۔ بیٹی بیوہ ہو گئی۔ فلاں کا داماد مر گیا جی بیٹی کی شادی نہیں ہوئی یہ نہیں ہوا وہ نہیں ہوا۔ بیٹی کو سسرال والے تنگ کرتے ہیں۔ یہی مسئلے ہیں نا۔ آپ کو یاد نہیں جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کو ابو لہب کے بیٹوں نے طلاق دے دی۔ کیا اس سے بڑا کوئی حادثہ کسی باپ پہ گزرا ہو گا اور بیٹیاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوں جن کی پاکدامنی پہ فرشتے بھی ناز کریں۔ جنہیں اللہ نے نور کہا ہے اور دو بیٹیاں جسے نصیب ہوئیں۔ حضرت عثمان کو ذوالنورین کہا گیا ہے۔ دو نوروں والا۔ کیوں طلاق دے دی؟ اس بات پہ کہ آپؐ اسلام کی تبلیغ کیوں کریں کیا حضورؐ صاحب اولاد نہیں تھے؟ کیا آپؐ کا بیٹا آپ کی گود میں فوت نہیں ہوا؟ کیا آپؐ کے اعزہ و اقارب آپؐ نے اپنے ہاتھوں دفن نہیں کئے۔ میدان کارزار میں؟ کیا آپؐ کو ایذا نہیں دی گئی؟ کیا آپؐ کو ہجرت نہیں کرنا پڑی۔ دنیا کا کونسا دکھ ہے جو محمدؐ رسول اللہ نے نہیں اٹھایا۔ تو آج ہم پر کون سی مصیبت ٹوٹ پڑی کہ ہم اس میں الجھ گئے اور ہمیں نہ خدا یاد ہے نہ رسول یاد ہے۔ نہ

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے بزرگ ساتھی بابا محمد اسلم (لاہور) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں ان کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

دین یاد ہے۔ نہ نفاذ دین کی بات یاد ہے۔ ہم سے تو اگر یہی سوال ہو جائے جنہیں ہم ووٹ دے کر حکمران بناتے ہیں۔ آپ ان کو سکھوں میں نہیں سکھ تو پہچانے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی شناخت رکھی ہوئی ہے۔ ہندوؤں میں عیسائیوں میں ملا جلا کر پھر کسی کو کہیں کہ تلاش کر دے ہمارا اس میں کون سا ہے؟ ارے تمہاروں کے تو حلیئے بھی کھو گئے کردار تو دور کی بات ہے۔ کردار میں اسلام کا ہونا تو دور کی بات ہے یہاں تو حلئے بھی کھو گئے کافر اور مومن کی تمیز اٹھ گئی گدھا اور خچر ایک جیسے ہو گئے گھوڑا' گدھا خچر سب مل گئے اور کوئی پہچان ہی نہیں رہی ابھی ہو رہے ہیں۔ اجلاس ہندوؤں کے ساتھ یعنی کہ کچھ سمجھ آتی ہے۔ مسلمان کون ہے؟ ہندو کو اگر کوئی بندہ جانتا نہ ہو مشکل سے تو وہ پہچان لے گا کوئی نہ پہچان سکے گا کیوں ہم انہیں ووٹ دیتے ہیں؟ دنیوی لالچ کے لئے۔ بڑی سادہ سی بات ہے کوئی ان میں ہمارا پھوپھی زاد ماموں زاد نہیں ہے۔ لالچ ہوتا ہے مجھے یہ مل جائے مجھے وہ مل جائے گا اور ملتا کچھ بھی نہیں۔ میرے بھائی! اپنی ذات سے جہاد شروع کرو۔ اپنے آپ پر اسلام نافذ کرو تو اللہ توفیق دے گا کائنات پر نافذ کرنے کے مکلف ہو۔ کم از کم اپنے ملک پر تو نافذ کر کے چھوڑو۔ مکلف تو ہیں ہم سب روئے زمین پر نافذ کرنے کے اور کفر کا تعاقب کرنے کے اب تو ہم اپنی قوت بھی اس کو دے رہے ہیں۔ اللہ ہمیں اس سے پناہ میں رکھے۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ توبہ کی توفیق دے اور قوت اور ہمت اور جرات دے کہ ہم نفاذ اسلام کے کام آسکیں۔

(۲۷-۶-۹۷)

بقیہ

ہمارے پاس گزارنی ہے اور ذکر بھی اکٹھا کریں گے جو میں نے شب جمعہ کا بتایا اور انہیں بھی اپنا پتہ دے کر آنے کی دعوت دی اور انہوں نے کہا ہاں ضرور آؤں گا۔ پرانے احباب شاید حاجی صاحب سے واقف ہوں۔ اللہ کرے پرانے احباب جو مخلص ہیں لیکن شیطان کے* دھوکے میں آکر سلسلہ عالیہ سے تعلق کٹ چکا ہے۔ یہ تمام بکھرے ہوئے موتی پھر سے سلسلہ عالیہ سے جڑ جائیں۔ حضرت نے ان کو موتی اور ہیرے بنانے میں کتنی محنت کی ہو گی۔ حضرت کی محنت رائیگاں نہ جائے۔ ان کے سلسلہ عالیہ میں واپس آنے سے نہ جانے حضرتؒ جی برزخ میں کتنے خوش ہوں گے۔

اللہ کوئی ایسی صورت پیدا کر دے وہ قادر ہے۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں گلو شہر کا رہائشی حاجی صاحب میں نے غالباً" گلو شہر کا نام ہی پہلی مرتبہ سنا۔ پھر ایک تاریخ ایک وقت ایک ہسپتال اور ایک بنچ پر بیٹھ کر علیک سلیک اور مرض اور مریض کے ساتھ ساتھ بے تکی بات' پیر کا پوچھنا پھر حاجی صاحب کے درد بھرے آنسوؤں کا ٹپک پڑنا سب محض اتفاق نہیں بلکہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اور شاید اللہ رب العزت نے اس کے لئے مجھ سیاہ کار کو منتخب کیا ہو گا اور شاید میرے یہاں سبھی پہ منتخب ہونے کا عنداللہ یہی مطلوب ہے۔

برائے فروخت

گرین ٹاؤن لاہور میں ایک کنال فیکٹری پلاٹ جس میں ایک شیڈ اور ایک کمرہ تعمیر شدہ ہے برائے فروخت ہے۔ نیز ایک لیتھ مشین ایک ملنگ مشین اور چند ایک پلاسٹک مولڈنگ مشینیں بھی برائے فروخت موجود ہیں۔

آفتاب اقبال احمد — فون نمبر ۸۲۰۸۰-۵

۸۰- او - سی سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

نظامِ اسلام سے روگردانی کیوں؟

مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کے احوال کے بارے خبر دی ہے جو اپنے نظام کے لئے حیات کے فیصلے خود کرتے ہیں جو اپنے اعمال و کردار کی تعین خود کرتے ہیں اور بنی آدم کو یہ بات باور کرائی گئی ہے کہ دین اسلام کے ماننے پر کوئی بوجھ نہیں لادا گیا یا دین برحق اولاد آدم پر کوئی بے گار کے طور پر مسلط نہیں کیا گیا یا سزا نہیں دی گئی بلکہ دین برحق انسانوں کی بنی آدم کی نسل انسانی کی ضرورت ہے جس دنیا میں انہیں جینا ہے اس دنیا میں جینے کے اطوار اور ڈھنگ جو ہیں وہ اس رب کریم نے متعین فرمائے ہیں جو ان کا خالق ہے اس دنیا کا بھی خالق ہے اور ان کی ضرورتوں سے بھی واقف ہے دنیا کی ہر شے کی خصوصیات سے بھی واقف ہے اور اس نے انسانی ضرورت انسانی مزاج انسانی استعداد کار انسانی قوت برداشت کو دیکھ کر ایک ایسا صحیح آسان اور یقینی طریقہ ارشاد فرما دیا کہ اپنے معاملات اس طرح سے کرو اپنی معیشت اس طرح سے رکھو اپنی سیاسیات اس طرح سے کرو اور اپنی عبادات کا یہ ڈھنگ اپناؤ۔ عبادات فرد کی ذات کے لئے ہیں ساری عبادات کا حاصل یہ ہے کہ آدمی اپنی ذاتی Relation ship اپنا ذاتی تعلق رب کریم سے استوار کرتا ہے نماز کا حاصل بھی یہی ہے' حج کا حاصل بھی یہی ہے' روزے کا حاصل بھی یہی ہے' کیوں آدمی بھوک پیاس برداشت کرتا ہے تاکہ اس میں اوصاف ملکوتی پیدا ہو جائیں فرشتوں جیسی خصوصیات آجائیں اور جس طرح فرشتہ بے چون وچرا اطاعت کرتا ہے اس طرح کا اطاعت الٰہی کا جذبہ آجائے اگر یہ حاصل نہ ہو تو محض لوگوں کو بھوکا پیاسا رکھنا مقصود نہیں ہے یہ فرد کی ذات کے لئے ہے اب اس کی ذات میں جب جلا آتی ہے یا اس کی ذات کو جب معیت باری نصیب ہوتی ہے یا اس کی ذات کا جب تعلق استوار ہوتا ہے ذات کریم کے ساتھ تو پھر اس کے حوالے سے پھر وہ اس کی کائنات کو دیکھتا ہے اور کائنات کے ہر عمل کو اطاعت الٰہی میں ڈھال دیتا ہے اس وقت اس کا ہر عمل عبادت بن جاتا ہے ہر عمل ہی نماز کی حیثیت رکھتا ہے ہر عمل ہی رکوع اور سجود کی حثیت رکھتا ہے صحابہ کرام کی تعریف کرتے ہوئے قرآن حکیم فرماتا ہے۔

وترا ھم رکعا" سجدا" اے مخاطب تو انہیں جب دیکھے گا وہ اللہ کے سامنے رکوع اور سجود میں ہی ہوں گے۔ اب تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صحرائے عرب سے اٹھ کر روئے زمین پر دین برحق پھیلایا بڑے بڑے جابروں سے ٹکریں لیں شہید ہوئے اور میدان کارزار میں کام آئے بڑے

بڑے کافروں کو قتل کیا قتلو او قتلوا قتل کیا لوگوں کو خود اپنی جانیں دیں، قتل کئے گئے، کاروبار کیا، تجارتیں کیں، گھر بنائے، مکان بنائے، شادیاں کیں، اولادیں ہوئیں، بازاروں میں کاروبار کیا، تجارت کی، بین الاقوامی تجارت کی، یہ سارے کام کرتے رہے لیکن جب قرآن کریم کسی کو ان کی طرف متوجہ فرماتا ہے تراھم رکعا" سجدا اے مخاطب تو انہیں جب بھی دیکھے گا وہ رکوع اور سجود میں ہوں گے تو اس میں رکوع اور سجود صرف نماز والا مراد نہیں بلکہ رکوع اور سجود علامت ہے

تمہیں ایک دوسرے کی گولیوں تلواروں اور خنجروں کا مزا چکھایا جائے گا کیا یہی نہیں ہو رہا ہے ہمارے ساتھ کوئی گھر محفوظ نہیں کوئی شہر محفوظ نہیں کوئی جگہ محفوظ نہیں۔

کمال اطاعت کی اطاعت کا انتہائی بلند مقام ہے کوئی رکوع میں ہے یا کوئی سجدے میں ہے اس لئے اسے معراج المومنین کہا گیا کہ اللہ کے قرب کا انتہائی مقام منشا قرآن یہ ہے کہ تو انہیں تجارت کرتے دیکھے یا تو انہیں میدان جہاد میں داد شجاعت دیتے دیکھے یا تو انہیں سفر کرتے دیکھے، دوستی دشمنی کرتے دیکھے، یا گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ دیکھے، جہاں بھی دیکھے گا اطاعت الٰہی کے انتہائی مقام پر کھڑے ہوں گے لیکن اگر کوئی اپنی بدقسمتی سے اس حقیقت کو نہ سمجھے اپنے جینے کے ڈھنگ اپنی مرضی سے متعین کرنا چاہے تو ارشاد فرماتے ہیں رب جلیل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے کہ انہیں بتا دیجئے انہیں فرما دیجئے انہیں اطلاع کر دیجئے۔

قل کہہ دیجئے ھوالقادر اسے ہر طرح کی قدرت حاصل ہے اگر تم اپنی دانش سے اپنے شعور سے اپنی فکر سے اپنی عقل سے اس کے مقابلے میں کوئی نظام بنانا چاہو گے اگر تم اپنی دانش سے کسی کام کے کرنے کا انداز اپنانا چاہو گے اور تمہارے خیال میں وہ انداز صحیح نہیں ہے جو اللہ نے بتایا ہے تو اسی لئے تم دوسرا بناتے ہونا۔ یعنی رب جلیل نے ایک کام کو کرنے کا بتایا ہے اگر آپ اسے صحیح بھی مانتے ہیں تو پھر یہ کہتے ہوں گے کہ یہ اتنا درست نہیں ہے یہ مشکل ہے یہ محال ہے جس طرح میں کرنا چاہتا ہوں یہ آسان ہے یہ دوسرے لفظوں میں یہی ہے کہ وہ غلط ہوں گے تمہیں نہیں پتہ ہے کیا نتائج ہوں گے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہارے انداز ہی غلط ہوں گے تمہیں نہیں پتہ کہ تمہارے کام کا نتیجہ کیا ہوگا اور وہ جو کام کرنے کا حکم دیتا ہے وہ نتائج مرتب کرنے پہ خود قادر ہے وہ تمہارے کسی فعل پہ مرتب ہونے والے نتیجے کا محتاج نہیں اگر وہ تمہیں جہاد کا حکم دیتا ہے تو فتح دینے پہ خود قادر ہے اگر وہ تمہیں روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہے تو اسی کا اجر دینا اس کی اپنی پسند پر ہے اس نے کسی سے جا کر منظوری نہیں لینی لیکن جو کام تم اپنے اندازے سے کرتے ہو اس کا نتیجہ مرتب کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے تم نہیں جانتے کہ اس کا کیا ہوگا تو فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بتا دیجئے کہ وہ تو قادر ہے جب اس قادر مطلق کے بنائے ہوئے طریقے چھوڑ کر تم اپنی پسند کا طریقہ بناتے ہو تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے۔

ان یبعث علیکم عذابا" من فوقکم۔

کہ تم زمین کے سارے اسباب درست کر لو وہ آسمان سے تم پر عذاب نازل کر دے گا۔ تم کھیتیاں سنوار لو تم کاروبار درست کر لو تم فصلیں اگا لو وہ ایک پل میں طوفان بھیجے اور ہر چیز کو اجاڑ کر رکھ دے تم سارے اہتمام اپنی زندگی کے کر لو اور وہ ایک لمحے میں موت بھیج دے۔

ھوالقادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم۔ وہ قادر ہے کہ تم پر اوپر سے عذاب نازل کر

دے۔ اومن تحت ارجلکم۔ یا وہ اس بات پہ بھی قادر ہے کہ جس زمین پر تم بستے ہو اس میں سے تمہارے لئے عذاب کھڑا کردے تمہارے قدموں کے نیچے سے جہنم بیدار ہو جائے تمہارے پاؤں کے نیچے سے طوفان کھڑے ہو جائیں زمین میں زلزلہ آجائے آسمان سے برق گر پڑے وہ جو چاہے کر سکتا ہے جب تم اس کے مقابل آہی گئے جب تم نے اس کی بات کو غلط ٹھہرایا اور اپنی بات پر اصرار کیا تو کائنات اس کے، مخلوق اس کی تم بندے اس کے، کھاتے اس کا ہو، جان ومال و آبرو صحت پائی ہے آسمان سے بادلوں سے پانی کی جگہ قوموں پر آگ برسی - پانی کی جگہ پتھر برسے بادلوں سے زلزلے آئے زمین پھٹ گئی لوگ غرق ہو گئے کیوں ہوئے صرف یہ وجہ تھی کہ زندگی کرنے کے اصول انہوں نے اللہ کے مقابل اپنے بنالئے اور فرمایا وہ ایسا قادر ہے۔

اویلبسکم شیعاً۔ وہ تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے گا اور وہ تمہیں گمراہ ٹکڑوں میں بانٹ دے عربی میں لفظ شیعہ کا ترجمہ گروہ ہے کسی خاص طبقے یا کسی خاص نقطے پر اتفاق کر کے چلنے والا کوئی گروہ لیکن بعض الفاظ خاص معنوں کے لئے متعین کر دئے جاتے ہیں قرآن کریم نے شیعہ کو ان گروہوں کے لئے تعین کر دیا ہے جو باطل پر ہوں اپنے حق پر ہونے کا اصرار کرتے ہوں قرآن حکیم میں جہاں جہاں بھی لفظ شیعہ آیا ہے ایسے گروہوں پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے جو واقعتاً باطل پر تھے اور اپنے حق پر ہونے کا اصرار کرتے تھے فرمایا وہ ایک اور عذاب پر بھی قادر ہے کہ زمین بھی نہ پھٹے آسمان سے عذاب بھی نہ آئے لیکن ایسے گروہوں میں بانٹ دے جس میں ہر گروہ خود کو حق پر سمجھ کر دوسرے کو واجب القتل ٹھہرائے اور تم ایک دوسرے کے ہاتھوں تباہ ہونے لگ جاؤ تم خود ہی ایک دوسرے کی موت اور تباہی کا سبب بن جاؤ۔

ویذلیق بعضکم باس بعض ط اور تمہیں آپس میں خانہ جنگی میں ایک دوسرے کے قتل وغارت میں مبتلا کر دے اور دیکھ لیجئے ان تینوں میں سے ہم پر کونسا عذاب مسلط نہیں ہے جب خشک سالی کی ضرورت ہوتی ہے تو سیلاب آتے ہیں اور جب بارشوں کی ضرورت ہوتی ہے تو خشک سالی آ جاتی ہے کیا یہ آسمانی عذاب نہیں ہے ہمارے بال سفید ہو گئے ان موسموں کو دیکھتے یہ آج ان موسموں کو کیا ہو گیا۔ کہاں گئے وہ ساون کہاں گئی وہ سردیوں کی بارشیں کیا ہوا ان موسموں کو اور جب بارشوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے تو سیلاب آئے ہوئے ہوتے ہیں جب فصلیں پک رہی ہوتی ہیں یا فصلیں اٹھائی جارہی ہوتی ہیں جب دھوپ کی ضرورت ہوتی ہے تو سیلاب آیا ہوا ہوتا ہے اور جب اب پانی کی ضرورت ہے تو اب دھوپ چمک رہی ہے زمین کے نیچے سے عذاب کو دیکھ لو کہ زمین میں سے وہ غذائیں پیدا ہو رہی ہیں جو ہمیں امراض عطا کرتی جارہی ہیں آج آپ دیکھیں یہاں کبھی کسی کا نام نہیں سنا تھا آج کتنے مریض ہیں کینسر کو جانتے ہیں ان سب کی بڑی وجہ کیا ہے آج پاکستان میں کینسر کی سب سے بڑی وجہ وہ غلہ اور وہ آٹا ہے جو ہم کھا رہے ہیں اور اس میں جو کیمیائی کھادیں ڈالی جاتی ہیں وہ بن رہی ہیں کینسر کا سبب۔ کمال ہے محنت کرکے ہم اپنے لئے موت اگا رہے ہیں مزدوری کرکے اپنے لئے اس سے زمینی عذاب بھی ہم پر مسلط ہے آسمانی عذاب بھی ہم پر مسلط ہے اور یہ بھی دیکھ لو کہ کتنے فرقے بن گئے ہر فرقہ خود کو حق پر سمجھتا ہے دوسرے کا سر کاٹنے کو تیار ہے یعنی ایک عرصے کے بعد ایک تحریک فدائین کی تھی جنہوں نے علماء کو شہید کرنے کا ٹھیکہ لے لیا تھا بڑے بڑے علماء شہید کئے تھے لیکن وہ محض ایک تحریک تھی اب ہر فرقہ دوسرے فرقے کے اہل علم علماء کے سر کاٹ

کیا ہمارا معاشی نظام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام کے تابع ہے کیا ہمارا سیاسی نظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام کے تابع ہے کیا ہمارا تعلیمی نظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہے۔ کیا ہمارا قانونی نظام حضور صلی اللہ کے نظام کے تابع ہے؟ اگر نہیں ہے تو کیا ہم نے اسے ٹھکرا نہیں دیا

کے لے جارہا ہے۔

ویذیق بعضکم باس بعض ط۔ تمہیں ایک دوسرے کی گولیوں تلواروں اور خنجروں کا مزا چکھایا جائے گا کیا یہی نہیں ہو رہا ہے ہمارے ساتھ کوئی گھر محفوظ نہیں کوئی شہر محفوظ نہیں کوئی جگہ محفوظ نہیں۔

انظر کیف نصرف الایت لعلھم یفقھون فرمایا اے مخاطب دیکھ کتنی وضاحت سے بات بیان کرتا ہے اللہ کا قرآن اور اس وضاحت سے مقصد یہ ہے کہ شاید تم سمجھ ہی جاؤ اب توبہ کر لو اب باز آجاؤ تو یہ سارے عذاب آج ہٹ جائیں اب اپنی دانش درياں بگھارنے کی بجائے احکام الہی کی اطاعت کر لو تو یہ سارے عذاب آج ہٹ جائیں۔

وکذب بہ قومک وھوالحق ط اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تیری قوم اور تیری امت کہلانے والے بھی اسے جھٹلانے لگے حالانکہ یہ حق ہے۔

قرآن کریم پڑھنے کا ایک انداز ہے ہم قرآن پڑھتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے یہ لوگوں کے لئے ہے ایک قرآن پڑھنے کا انداز یہ ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور میرے ساتھ مخاطب ہے مجھے کہہ رہی ہے آج ہر قرآن پڑھنے والا خود کو قوم کی جگہ سمجھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں ہوں جب دنیا کی بات آتی ہے تو ہمیں فخر ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں بیماری ہوتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے دعا کرتے ہیں شفا کی۔ قحط سالی ہوتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے بارش مانگتے ہیں بھوک آتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے نجات مانگتے ہیں موت آتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے آسانی مانگتے ہیں قیامت کی کوئی بات کرتا ہے قبر کی بات کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کی امید رکھتے ہیں قیامت کی بات ہوتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں۔ تو پھر اور کون قوم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے نظام کو ہم نے ٹھکرایا ہوا نہیں ہے۔ کیا ہمارا معاشی نظام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام کے تابع ہے کیا ہمارا سیاسی نظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام کے تابع ہے کیا ہمارا تعلیمی نظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہے۔ کیا ہمارا قانونی نظام حضور صلی اللہ کے نظام کے تابع ہے؟ اگر نہیں ہے تو کیا ہم نے اسے ٹھکرا نہیں دیا اب قرآن کریم کو اپنے ساتھ مخاطب سمجھ کر اس کی بات سنئے فرمایا ہے۔

وکذب بہ قومک ۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تیری قوم نے تو میری کتاب کا انکار کر دیا ٹھکرا دیا ہے۔

وھوالحق ط ۔ اور یہ کتاب ٹھکرائے جانے کے قابل نہیں یہ تو حق ہے حق قبول کرنے کے لئے ہوتا ہے حق رد کرنے کے لئے نہیں ہوتا لیکن اس پر جو سزادی جارہی ہے وہ ہر ایماندار کے رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی ہے حکم ہو رہا ہے۔

قل فرما دو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ۔ لست علیکم بوکیل میں تمہارا کوئی ذمہ دار

نہیں ہوں مجھے تمہارا کوئی ٹھیکہ نہیں ہے اگر تمہیں اللہ کا قرآن قبول نہیں ہے تو مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے میں تمہارا کوئی ذمہ دار نہیں ہوں اور اس دنیا میں حکم ہو رہا ہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس دنیا میں بتادیجئے سنا دیجئے اعلان کر دیجئے قل لست علیکم بوکیل اے لوگو میں تمہارا بالکل ذمہ دار نہیں ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ اس سے بڑی کسی سزا کا تصور ہو سکتا ہے کسی بھی بڑے سے بڑے گنہگار اور گھٹیا سے گھٹیا مسلمان کے لئے بھی اس سے بڑی کوئی سزا نہیں ہے کہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ٹھکرا دیں کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں لوگ جہنم میں بھی جائیں گے جہنم میں بھی انہیں آسرا ہو گا کہ میرا کچھ تعلق میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مجھے اللہ یہاں نہیں چھوڑے گا مجھے یہاں سے اللہ نکال لے گا لیکن یہ وہ لوگ نہیں ہوں گے جن کے لئے حکم دے دیا گیا کہ انہیں کہہ دو کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں بڑے بڑے بیچارے کمزور تعلق والے لوگ بھی ہوں گے ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں سب سے آخر اللہ کریم اپنی رحمت سے نکالیں گے لیکن ان کے نکلنے کا جہنم سے سبب صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہو گا رائی کے دانے کے برابر سہی اس سے کم تر سہی لیکن ایمان تو ہو گا ایمان کسے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتبار کا نام ہی ایمان ہے اللہ کے بارے کس نے بتایا آخرت کی بات کس نے کی فرشتوں کے قصے کون سناتا ہے عذاب و ثواب کی بات کون بتاتا ہے قرآن کو قرآن کس نے کہا ہمارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ قرآن ہے سوائے اس کے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ قرآن ہے تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتبار ہی کا نام ایمان ہے اور وہ رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا تو وہ جہنم میں جا کر بھی وہاں سے نکالے جائیں گے لیکن ان میں ایسا کوئی نہیں ہو گا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھکرا دیا ہو اور جواب دے دیا ہو کہ تم میرے ذمے سے خارج ہو جب کہ یہاں اس ظلم کی سزا یہ دی جا رہی ہے۔

قل کہہ دیجئے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لست علیکم بوکیل اے لوگو! اگر تمہیں اللہ کا قرآن اللہ کا نظام اللہ کا دین گوارا نہیں ہے تو میں تمہارا ٹھیکے دار نہیں ہوں میں ہرگز تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں اور یہ بات یاد رکھو! انہیں بتا دو۔

لکل نبا مستقر ہر کام کا ایک وقت ہے جسے رب العلمین ہی جانتا ہے لیکن نبی علیہ السلام کی بیزاری اتنی بڑی آفت ہے وسوف تعلمون○ تمہیں پتہ چل جائے گا خبر ہو جائے گی کہ کیا نتیجہ نکلا دنیا میں بھی موت کے وقت بھی اور قبر میں بھی اور میدان حشر میں بھی پتہ چلتا جائے گا کہ میں نے کیا جرم کیا تھا اور اس کی کیا سزا بھگت رہا ہوں۔

سو میرے بھائی ہمارا کوئی دماغ خراب نہیں ہے کہ ہم نظام اسلام کی بات کرتے ہیں اور نفاذ اسلام' نفاذ اسلام کہتے ہیں ہماری مجبوری ہے بات احساس کی ہوتی ہے اللہ کریم جس جس بندے کو احساس دے دیں اس مسلمان کی مجبوری ہے اور جو احساس نہ کرے اس کی ذمہ داری کوئی نہیں ہوتی آپ نے پاگلوں کو دیکھا اس دنیا میں اس زمین پر رہتے ہیں کھاتے پیتے بھی ہیں بھاگتے دوڑتے بھی ہیں کسی کو مارتے ہیں کسی سے پیار بھی کرتے ہیں لیکن کیا کھاتے ہیں کیا پہنتے ہیں کیوں نہیں وہ صحیح صحیح بات کرتے' صحیح صحیح کھاتے' پیتے' پہنتے اس لئے کہ احساس ضرورت سے محروم ہو جاتے ہیں انہیں یہ شعور نہیں رہتا کہ مجھے لباس کی ضرورت ہے احساس ضرورت نہیں ہوتا

بے لباس پھرتے رہتے ہیں پھٹ جائے تو انہیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ لباس پھٹ گیا ہے اسے مرمت کیا جائے یا اسے بدلا جائے۔ میلا ہو جائے تو اسے دھویا جائے۔ یہ احساس نہیں احساس ضرورت نہ رہے تو آدمی پاگل ہوتا ہے' پاگلوں کی بات الگ ہے۔ جنہیں اللہ احساس ضرورت دے دے وہ اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ سارے نقصان گوارا ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ ٹوٹ جائے یہ گوارا نہیں ہوتا اور پھر جس جرم کی سزا کے طور پر اللہ کریم حکم دے دیں کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کر دو قل لست علیکم بوکیل انہیں بتا دو میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں وہ جرم وہی ہے کہ دین کے نام پر تم دیگیں پکاؤ یہ درست ہے۔ دین کے نام پر چندے کرو یہ درست ہے دین کے نام پر تم مردے بخشواؤ یہ درست ہے دین کے نام پر اپنا مطلب نکالو یہ درست ہے دین کو بطور قانون اور نظام کے ملک پر نافذ کرو یہ درست نہیں ہے؟ وہاں دانشوروں کی دانشیں جاگ اٹھتی ہیں۔ جب یہ دین اسلام آیا تھا دنیا میں دانشور یا قانون دان یا محقق یا معاشی ماہرین یا سیاسی ماہرین نہیں تھے ہر طرح کے لوگ تھے لیکن دنیا کو امن اور سکون نصیب نہیں تھا دنیا کو سکون یا امن یا انصاف نصیب ہوا تو اس ماحول اور اس معاشرے میں جو قرآن نے عطا کیا اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلیق فرمایا وہ نظام سلطنت وہ نظام معیشت وہ نظام سیاست وہ نظام عدالت ایسا تھا کہ کافر کو بھی تاریخی اعتبار سے بھی اگر انصاف نصیب ہوا تو اسلامی قانون کے تابع آ کر نصیب ہوا ورنہ دنیا میں کافر کو بھی کافر سے انصاف نصیب نہیں ہوا اور آج کتنا ظلم ہے آپ نے کبھی غور فرمایا کہ اللہ کے ان بندوں نے یہ ساتویں پارے میں سورۃ الانعام کی آیت ہے اور پینسٹھ نمبر آیت ہے اگر آپ اسے پھر دیکھنا چاہیں پڑھنا چاہیں تو ضرور پڑھیے اور سمجھنے کی کوشش کیجئے پھر اللہ کے بندوں نے ربع صدی میں جزیرہ نمائے عرب سے اٹھ کر ہسپانیہ سے چائنہ تک اور سائبیریا سے افریقہ تک ایک ریاست بنا دی تھی جس پر دین اسلام نافذ تھا اور اتنی بڑی سلطنت کا شہنشاہ مسجد نبوی کا خطیب تھا ہزاروں شہنشاہوں کی شہنشاہیت پر قائم ہونے والی سلطنت کا امیر جو تھا وہ ایک خطیب تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کا آج اس میں سے بہت سا علاقہ ہم نے چھوڑ دیا شمالی علاقہ جات چھوٹے چین کا علاقہ چھوٹا افریقہ اور برطانیہ جو زیر نگیں رہے مسلمانوں کے۔ امریکہ کا وہ علاقہ چھوٹ گیا جو مسلمانوں کے زیر نگیں تھا برطانیہ چھوٹ گیا ہسپانیہ چھوٹ گیا یہ سارے ممالک چھوڑنے کے بعد جو باقی بچا اس میں آج پچپن ریاستیں ہیں یہ وہی ملک ہے جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فتح کیا تھا اور یہ پچپن ریاستیں بھی آپ جانتے ہیں کیوں ہیں یہ تاریخی حقیقت ہے اور میرا تو اس پر ایمان ہے۔

کہ جہاں جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پہنچے وہاں سے اسلام مٹایا نہیں جا سکا صحابہ رضوان

جنہیں سب سے آخر اللہ کریم اپنی رحمت سے نکالیں گے لیکن ان کے نکلنے کا جنہم سے سبب صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہوگا رائی کے دانے کے برابر سہی اس سے کم تر سہی لیکن ایمان تو ہوگا ایمان کسے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتبار کا نام ہی ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد جو علاقے تابعین کے عہد میں شامل ہوئے وہ ہم نے چھوڑ دیے وہ ہم سے چھوٹے اسے آپ تاریخ کے آئینے میں دیکھیے تو آپ کو بھی یہ حقیقت نظر آ جائے گی کہ روئے زمین کا وہ ٹکڑا جس پر صحابہ کے گھوڑوں کے پاؤں لگے اللہ کو وہاں سے اسلام کو رخصت کرنے سے حیا آتی ہے ورنہ ہم نے تو کوئی کمال نہیں کیا ہمارے ذمے تو یہ تھا کہ ہم نے اسے پچپن حکومتوں میں بانٹ دیا آج پچپن ریاستیں ہیں اور تین حصے پر ہیں کم و بیش ایک چوتھائی پچیس فیصد حصہ جو اسلامی ریاست تھی ہم چھوڑ چکے ہیں۔

کیسی عجیب بات ہے کہ عیسائیوں کے پاس ہر ملک میں کلیسا کی سلطنت موجود ہے اور حکومت کلیسا سے اجازت لینے پہ مجبور ہے یہودیوں کے پاس چھوٹا سا ٹکڑا ہے فلسطین کا وہاں یہ یہودی ریاست موجود ہے ہندوؤں کی ریاست میں ہندو مذہب کا تسلط ہے ان کے فلموں میں' ان کے ڈراموں میں' ان کے قانونوں میں ان کی عدالتوں میں ان کے ماحول میں ان کے معاشرے میں ان کا وزیراعظم آج وہی دھوتی پہنتا ہے جو عام ہندو پہنتا ہے وہی کرتہ پہنتا ہے اور وہی ٹوپی پہنتا ہے کوئی پتلون' کوئی کوٹ' کوئی نکٹائی نہیں باندھتا۔ ایک عام شہری جس گاڑی پہ سواری کرتا ہے' وہی کار وزیراعظم کو سرکاری گاڑی کے طور پر ملتی ہے۔ وہاں ہندومت اتنا تکڑا ہے اور ان پچپن ریاستوں میں جو آج بھی صحابہ کے صدق کے طفیل قائم ہیں ان میں کسی پر بھی اسلام کو بطور نظام کے نافذ نہیں کیاجا سکتا تو پھر اس کا نتیجہ کیا ہو گا آسمانی عذاب زمین عذاب خانہ جنگی اور اگر باز نہ آئے تو نتیجہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کاوہ اعلان کہ

لست علیکم بوکیل میں تمہارا ٹھیکیدار نہیں ہوں۔ ہم یہ کہہ دیتے ہیں یہ حکمرانوں کا کام ہے حکمرانوں کا نہیں یہ میرا اور آپ کا کام ہے جن کے پاس حکومتیں ہیں ان کی طاقت میں اور آپ ہیں ہم لالچ کے اسیر ہیں۔ دنیوی فوائد کے اسیر ہیں۔ دنیوی منافع کے لالچ میں کتے کی طرح ہم ٹکڑے پہ دم ہلاتے ہیں۔ طالب الدنیا کلب عربی کاایک مقولہ ہے کہ دنیا کے طلب گار کتے ہوتے ہیں جہاں ٹکڑا دیکھا دم ہلانے لگ گئے۔ ہمیں انہوں نے کتے کی طرح پیچھے لگایا ہوا ہے اور ہماری غیرت ایمانی سو چکی ہے کب تک آخر زندگی موت کے بعد اس کا ذکر آتا ہے۔ خلق الموت والحیاۃ زندگی کا ذکر قرآن میں موت کے بعد آتا ہے موت مقدم ہے زندگی پر کوئی لمحہ زندگی کا آخری لمحہ اور کوئی لمحہ موت کا لمحہ بن سکتا ہے کتنے دنیوی فوائد ہم نے ان سے اٹھا لیے سوائے ضلالت کے سوائے غلامی کے سوائے بے حیائی کے ہمیں کیا تحفہ ملا ان حکمرانوں سے۔ آؤ آج تو کم از کم اتنا ہی کر دو کہ جب یہ آپ سے ووٹوں کی اور آپ کی رائے مانگ لیں تو اس پرچی پر ہی اسلام لکھ کے صندوقچی میں ڈال دو کہ ہم اسلام کے ووٹر ہیں تمہارے نہیں ہیں کوئی بتاؤ تو سہی حکومت کو کہ ہمیں اسلام اور نظام اسلام چاہئے کیا کیا تماشہ ہے اس ملک کے ساتھ آپ اپنا جس دستور کو بڑا مقدس سمجھتے ہیں اس دستور کی کاپی لیجئے اور ۱۹۳۵ء کا

قانون جو انگریز نے بنایا تھا اس کو رکھ کر دیکھئے اس میں کتنی تبدیلی ہے تین چار جملے بڑھا گھٹا کر آپ نے اسے آئین پاکستان کا نام دے دیا اور بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئین کے دیباچے میں تھا آئین میں نہیں تھا جو مقدمہ لکھا گیا جو دیباچہ لکھا گیا اس میں نام تھا خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دین کا اور یہ جس ترمیم

کے پیچھے آپ کے حکمران لگے ہوتے ہیں (۵۸) بی ۲ ہو ہے اس ترمیم نے دیباچے سے نکال کر اسے دستور کا حصہ بنایا اور اب آپ کے آئین میں دفعہ ۲ اے میں اب موجود ہے کہ

حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہو گی اور جو بھی قانون بنے گا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے دستور کے تابع ہو گا اگر اس سے ٹکرائے گا تو کالعدم تصور کیا جائے گا۔ اس آٹھویں ترمیم کے طفیل اب یہ بات آئین کا حصہ ہے دفعہ "۲" کلاس "A" میں سارا آئین انہیں نظر آتا ہے انہیں آئین کا یہ نظر آتا ہے کہ نوے دن میں انتخاب کرانا ہے۔

تم شیعہ بھی بن گئے سنی بھی بن گئے' دیوبندی بھی بن گئے' بریلوی بھی بن گئے' صوفی بھی بن گئے' تبلیغی بھی بن گئے۔ کوئی مسلمان بھی بن کر دکھاؤ۔ مسلمان ایک ایسی اکائی ہے جو ان فرقہ بندیوں سے بالاتر ہے۔ مسلمان دیوبندی بریلوی نہیں بنتا مسلمان کوئی شیعہ سنی نہیں بنتا۔ مسلمان اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بنتا ہے اللہ کی کتاب کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ اللہ خیر صلا۔ یہ سارے عذاب ہیں جو ہم پر مسلط ہیں یہ ساری گروہ بندیاں ایک دوسرے کی قتل و غارت ایک دوسرے پر کفر کے فتوے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنا یہ ساری بدعنوانیاں اور مالی منفعت کے قصے ہیں لوگ اس میں لیڈر بن گئے اور کروڑوں کے چندے ہتھیا لیے اور ارب پتی ہو گئے جو لوگ کل تک گدا کرتے تھے آج وہ ارب پتی ہیں بیوقوف بنا کر قوم کو لوگوں کو اور لوگ سمجھتے رہے ہم آخرت کے لئے دے رہے ہیں۔ آخرت کیا سنورنا تھی جن کی دنیا نہ سنور سکی ان کی آخرت کب سنورے گی اور دنیا تو آسان سی چیز ہے۔ اگر دنیا نہیں سنور رہی تو آخرت کیسے سنورے گی تو اگر یہ فضول کام ہوتا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان میں نہ اترتے اگر یہ کام فضول ہوتا تو صحابہ کبار سے نہ لیا جاتا' اگر یہ کام فضول ہوتا تو اس میں موت کو شکست نہ دے دی جاتی فرمایا اس راہ میں مرنے والوں نے تو موت کو بھی شکست دے دی تو اب وقت آ گیا ہے اور یاد رکھیں اللہ کریم ہمیں اس امتحان میں ڈال رہے ہیں یہ وہ مبارک ملک ہے جو رمضان المبارک کی ستائیسویں اور لیلتہ القدر کو آزاد ہوا تھا اور اسلام کے نام پر آزاد ہوا تھا۔ یہ ضروری نہیں کہ لیلتہ القدر ستائیسویں کو ہو اکیسویں کو بھی ہو سکتی ہے تیسویں کو بھی ہو سکتی ہے۔ تو نفاذ اسلام ہم جانیں دے کر بھی کریں گے انشاء اللہ ہمیں اسلام کے بغیر زندہ رہنے کا کوئی شوق نہیں۔ اس کام کے لئے ہم جانیں بھی دیں گے یار یہ کون سا اسلام ہے مجھے سمجھائیں یہ دوست جو بیٹھے ہیں سعودی عرب والوں نے ملک سے نکال دیا اس جرم میں جس میں مکے والوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نکالا تھا کہ تم نظام اسلام کی بات کرتے ہو تو تم ہمارے ملک میں نہیں رہ سکتے یہ اسلامی ممالک ہیں یہ اسلام ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ خوش نصیب ہیں کہ انہیں چودہ صدیاں بعد پھر اللہ کے نام پر ہجرت کرنے کی سعادت نصیب ہو گئی۔ روزی تو اللہ دینے والا ہے جو سعودی عرب میں نہیں رہتے وہ دال روٹی نہیں کھاتے جہاں کوئی ہے وہ روزی دے رہا ہے۔

ہم یہاں کنواں کھود رہے تھے ساٹھ فٹ سے زیادہ گہرائی تھی۔ ساٹھ اور نوے فٹ کے درمیان مجھے یاد نہیں پچھتر تھی' بہتر تھی یا اسی تھی تو ایک پتھر نکلا اتنا سا۔

اسلام کو وزیراعظم اور صدر نہیں چاہیں اسلام کو امیر المومنین چاہیے جو مسلمانوں کا امیر ہو اور جو اللہ کے آئین کو زمین پر نافذ کرے تو اللہ کریم توفیق دے ہمت دے۔

حضرت مولانا تھانوی ؒ نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کے پاس کوئی شخص سلوک سیکھنے آیا۔ آپ نے حلقہ میں بٹھایا، توجہ شروع کی۔ دیکھا کہ اُس کا قلب انوار ذکر قبول ہی نہیں کرتا چند روز یہی ہوتا رہا۔ آخر آپ نے اُس سے پوچھا، میاں میرے پاس کیوں آئے ہو۔ کہا اللہ اللہ سیکھنے آیا ہوں تاکہ میں بھی کچھ بن جاؤں اور دوسروں کو اللہ اللہ سکھاؤں، فرمایا اچھا! حب جاہ گٹھڑی بغل میں دابے آئے ہو۔ توبہ کرو اس شرک سے۔ اور اللہ کا بندہ بننے کی نیت سے اللہ اللہ کرو۔ اُس نے توبہ کی آپ نے توجہ کی۔ دیکھا کہ اُس کا دل انوار جذب کرنے لگا ہے۔ (مغالطے۔ حافظ عبدالرزاق)

لڑکوں نے توڑا تو اس میں ایک وہ اڑنے والا کیڑا موجود تھا اپنے پروں سمیت اتنی سی جگہ خالی تھی بالکل پتھر سیل تھا۔ کہیں سے کوئی سوراخ بھی نہیں تھا اور وہ اس میں زندہ تھا ہم نے کھولا تو چلنے پھرنے لگا۔ اسے ستر اسی فٹ زمین کے نیچے روزی پہنچا رہا تھا۔ اس کی تخلیق ہو رہی تھی۔ اس کے پر سلامت تھے، ٹانگیں سلامت تھیں، آنکھیں سلامت تھیں۔ ہمیں زمین پر روزی سے محروم نہیں کرے گا۔ جہاں لکھا ہے لیکن کتنی عجیب بات ہے جو ملک اپنے نظام کے اسلامی ہونے کا دعوے دار ہے وہ بھی کہتا ہے تم اسلام کے نظام کی بات کرتے ہو۔ ہمارے ملک سے چلے جاؤ کیونکہ اسلام شہنشاہیت قبول نہیں کرتا امیر المومنین چاہتا ہے۔ شہنشاہ نہیں چاہتا اسلام کو وزیراعظم اور صدر نہیں چاہیں اسلام کو امیر المومنین چاہئے جو مسلمانوں کا امیر ہو اور جو اللہ کے آئین کو زمین پر نافذ کرے تو اللہ کریم توفیق دے ہمت دے کوشش کیجئے اور کم از کم اپنا ووٹ تو اسلام کے حق میں دیجئے اپنے دوستوں سے کہئے اپنے تعلق والوں سے کہئے جہاں تک بات پہنچ سکتی ہے اللہ کی بات بھی پہنچائیے۔

خدا ہمیں توفیق دے رب کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں نفاذ اسلام کی برکات دیکھنا نصیب فرمائے۔ میری اس دن ملاقات ہوئی تو صدر صاحب بھی اس بات سے نالاں تھے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام کا نفاذ دیکھ کر مریں گے اتنا جلدی نہیں ہو سکتا میں نے کہا جی ہمیں بھی مرنے کی کوئی جلدی نہیں ہے اگر نفاذ اسلام نہیں ہو سکتا تو ہمیں بھی مرنے کی کوئی جلدی نہیں ہے۔ انشاء اللہ کر کے ہی مریں گے فکر نہ کریں۔

خبر تو خیر الانامؐ لے لو

نبی اکرمؐ شفیع اعظم دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو

شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں کوئی ناخدا ہمارا خبر تو عالی مقام لے لو

قدم قدم پہ ہے خوف رہزن زمین بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن تمہیں محبت سے کام لے لو

کبھی تقاضا وفا کا ہم سے کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے خبر تو خیر الانامؐ لے لو

یہ کیسی منزل پہ آ گئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو

یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیبہ مزار اقدس پہ جا کے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

قادری

بکھرے موتی

صوبیدار محمد نواز

مورخہ ۱۹ مئی ۹۷ء بروز پیر سول ہسپتال سبی میں ایک اللہ کے نیک بندے سے ملنا ہوا' اس ناچیز نے شکل سے اندازہ لگایا' کوئی نیک آدمی ہے' عمر رسیدہ بزرگ تھے ساتھ جواں سال لڑکا اور چھوٹا بچہ بخار کا مریض (ان کا پوتا) ساتھ تھا۔ باتوں باتوں میں دل نے شدید تقاضا کیا کہ "پیر کا پوچھو" مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے پوچھ ہی لیا۔ انہوں نے جیکب آباد میں کوئی جیلانی خاندان کا بتایا۔ پھر انہوں نے بھی پوچھا تو میں نے حسب عادت کہا۔ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان صاحب' جو عالم دین ہیں۔ اب شاید میں مزید تعارف بھی کرنا چاہتا تھا لیکن انہوں نے تھوڑے تعجب اور مسرت بھرے لہجے میں کہا جو حضرت مولانا اللہ یار خان کے شاگرد تھے میں نے کہا حضرت! آپ انہیں جانتے ہیں؟ ان کی آنکھیں شاید میرے ان الفاظ کے انتظار میں تھیں۔ آنکھیں پرنم ہوئیں اور ہاتھ پھیر کر مصافحہ کرنے کی کوشش بھی کی اور کہنے لگے آپ نے بہت پرانی یادیں تازہ کر دیں۔ ہاں میرا ان سے بڑا تعلق تھا میں انہیں قریب سے جانتا ہوں۔ ان کی مجھ پر بہت شفقت تھی۔ پھر کیا تھا' بات بات پر ان کے آنسو بھی ٹپک پڑتے اور میری طرف ہاتھ بھی بڑھاتے اور کہتے آپ نے حضرت کی بہت پرانی باتیں تازہ کر دیں پھر بہت دیر تک حضرت کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ سلسلہ عالیہ کے سرکردہ حضرات کے متعلق بتاتے رہے۔ بتا رہے تھے حضرتؒ ساتھیوں پر بہت مہربان تھے۔ جب بھی حضرت بلوچستان آتے میں انؒ کے ساتھ رہتا' حضرت کی مجھ پر بے حد شفقت تھی حضرت کے ستونگ اور ژوب میں خلفاء تھے۔ میری روحانی بیعت ہو چکی ہے۔ ساتھ ان کے بیٹے نے بتایا میرا سبق کعبہ تک ہے مجھ سے بھی پوچھا میں نے مراقبات ثلاثہ بتائے۔

حضرت کی وفات کے بعد ان کا تعلق سلسلہ عالیہ سے کٹ چکا تھا لیکن عجیب بات ہے ابھی تک ذکر بھی جاری تھا۔ اور حضرت سے عقیدت ان کے آنسوؤں سے چمک رہی تھی۔ بتا رہے تھے کہ حضرت کی دلائل سلوک موجود ہے اور حضرت کے خطوط بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔

سلسلہ عالیہ میں دوبارہ آنے کے لئے کہا کہ مولانا اکرم صاحب محسوس تو کریں گے لیکن میں ضرور حاضری دوں گا۔ ذکر کرنے سے جو سکون حضرت کے ساتھ آیا وہ کہیں اور نصیب نہیں ہوا۔ شیخ المکرم کے پروگرام کے متعلق پوچھا مگر مجھے معلوم نہ تھا۔ میں نے سالانہ اجتماع میں شرکت کا کہا۔ کہا ہاں اگست تو آ گیا ہے۔ ضرور حاضری دوں گا۔ انشاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

یہ تھے حاجی عبدالحی مندوانی صاحب سابق ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ بھاگ۔ حضرتؒ کے دور میں حاضر سروس تھے۔ اب گلو شر قدیم لونی روڈ ضلع سبی میں مقیم ہیں۔ مجھے اپنے دولت کدہ پر آنے کو کہا کہ رات بھی

باقی صفحہ نمبر ۱۳۳ پر

اعلیٰ دعا

سب سے اعلیٰ دعا،سب سے بڑا وظیفہ' اسم اعظم اسم ذکر' اسم ذات اور ذکر قلبی ہے۔ اس کے ساتھ کا کوئی وظیفہ نہیں اور اس کے بغیر سارے وظیفے بے اثر ہوتے ہیں ایک عجیب بات آپ کو بتاؤں کہ ہم مسنون وظیفے پڑھتے ہیں بزرگ بتاتے ہیں۔یہ پڑھو وہ پڑھو پھر ہم کہتے ہیں اس سے فائدہ نہیں ہوا ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ جتنے مسنون وظائف ہیں نبیؐ نے صحابہؓ کو تعلیم فرمائے تھے اور ہر صحابیؓ کا صرف قلب ہی نہیں ان کا ذرہ ذرہ ذاکر تھا۔

ثم تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللہ تو وہ ذاکرین تھے جنہیں حضورؐ نے مسنون وظائف پڑھنے کا حکم دیا اور ان پر فوائد مرتب ہوئے چلو ہم اس کے پائے کے نہ سہی لیکن کم از کم ذاکر تو ہوں کہ ان وظیفوں پہ کوئی تو فائدہ مرتب ہو غیر ذاکر ساری عمر وہ وظیفے پڑھتا رہے وہ اثر مرتب نہیں ہوتا دو چیزیں شرط ہوتی ہیں ایک تو صحت ہو کلام کی' دوسرا استعداد ہو کرنے والے میں۔اب ایک وظیفہ حضورؐ نے فرمایا آپ کسی کافر کو کہیں جی یہ آیت پڑھتا رہے یہ ہو جائے گا۔ کیا ہوگا۔ پہلے تو ایمان لائے۔حضورؐ کو نبی مانے۔اللہ کی توحید پر' دین پر ایمان لائے پھر وہ آیت پڑھے اس طرح مومن میں بھی وہ استعداد تو ہو جو برکات ان لوگوں میں تھیں ان کا عشر عشیر سہی کروڑواں حصہ سہی لیکن اس زمرے میں تو ہو اس پائے کا ذاکر تو نہیں ہو سکتا لیکن کم از کم ذاکر تو ہو پھر اس کے بعد اگر زبانی پڑھنا چاہیں تو سب سے بہترین وظیفہ درود شریف ہے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے اگر کوئی زبانی پڑھنا چاہے تو درود شریف پڑھا کرے قلبی طور پر کرنا چاہے تو ذکر اسم ذات کیا کرے تلاوت قرآن مسلسل کرنی چاہئے اور سمجھ کر کرنی چاہئے آپ تین سپارے پڑھنے کی بجائے تین آیات پڑھیں اور ان کے سمجھنے کی کوشش کریں۔ حدیث شریف کا مطالعہ اگر زندگی کا حصہ بن جائے ایک حدیث بھی روزانہ دیکھ لی جائے تو وہ جو تعلق رہتا ہے براہ راست کلام نبویؐ سے اس کی تاثیر اپنی ہوتی ہے۔ یہ ہیں وظائف اس کے ساتھ دعا تو ہم ہر حال میں کرتے ہی رہتے ہیں پس دعا میں اللہ کرے کہ وہ اسم سے ذرہ اوپر جا کر حضوری نصیب ہو جائے دعا واقعی دعا ہو جائے محض رواج نہ ہو کہ بس رسم پوری ہوگئی کچھ الفاظ کہہ دیئے اس سے بندہ آگے نکل جائے اللہ کرے۔

MONTHLY

AL-MURSHED

CPL # 3

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریر میں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر۔ کہ قرآن
کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک
نو (۹) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5180467